ماہنامہ
اہل السنة
Ahl Us Sunnah
نومبر ۲۰۲۲ء
November 2022

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے

کیا کسی وجہ سے فرض نماز چھوڑی یا اپنے متعینہ وقت سے موخر کی جا سکتی ہے؟

اس سنت کو بھی زندہ کریں!

امت محمدیہ کی خصوصیات وفضائل

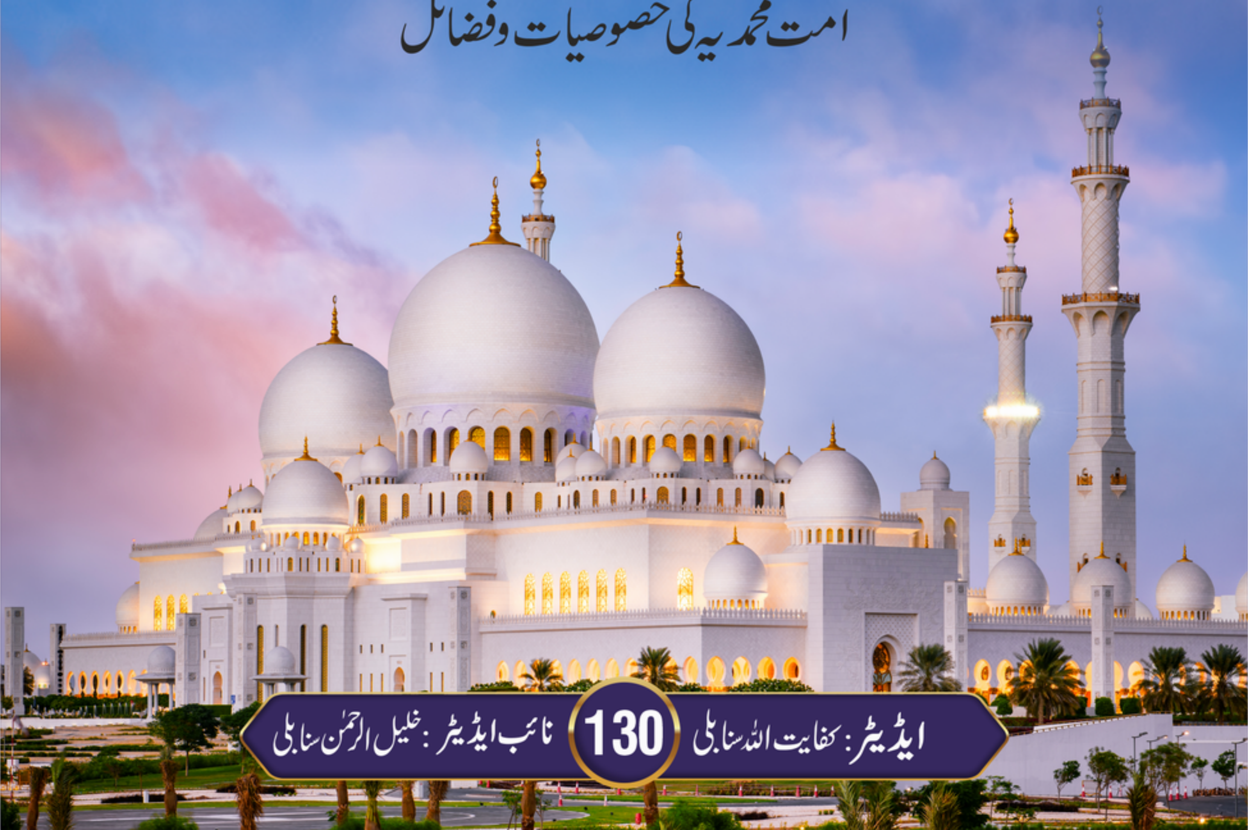

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
130
نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

تکبر کا انجام

تکبر نام ہے حق بات سے منہ موڑنے کا، تکبر نام ہے لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنے کا...... یہ وہ برائی ہے جس کا مرتکب عذاب الٰہی کا شکار ضرور ہوتا ہے، متکبر دنیا میں بھی رسوا اور آخرت میں بھی ناکام...... تکبر گناہ میں اضافے کا باعث...... متکبر ابلیس کی سنت کو زندہ کرنے والا، ایسے شخص کے لئے آسمان کے دروازے بند اور جنت میں داخلہ ممنوع...... تکبر اللہ کی چادر اور عظمتِ رب کا تہبند ہے...... جس نے اس سے چھیننے کی کوشش کی وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا، متکبر قارون، فرعون اور ہامان کے گروپ کا فرد ہے، جس نے بھی تکبر کیا وہ نشان عبرت بن گیا، کوئی زمین میں دھنسا دیا گیا، کوئی سمندر میں غرق کر دیا گیا، کسی کو چیخ کے ذریعے ہلاک و برباد کر دیا گیا، کسی پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دی گئی، کسی کو تیز و تند ہواؤں کے حوالے کر دیا گیا...... یہ متکبروں کا انجام ہے۔

تکبر سے بچیں، معاشرے کو بچائیں، لوگوں کو ان کا حق ادا کریں، کسی کو حقیر اور معمولی نہ سمجھیں۔ تکبر اللہ کا خاصہ ہے اور رب اپنی خصوصیت میں کسی کی شراکت برداشت نہیں کرتا۔

حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

Ahlus Sunnah

Volume No.10, Issue No.130, November, 2022

جلد: ۱۰
شمارہ: ۱۳۰

فی شمارہ Rs. 40/-
سالانہ Rs. 400/-

نومبر ۲۰۲۲ء

ماہنامہ

اہل السنۃ
Ahlus Sunnah

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی   نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ
Ahlus Sunnah
اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے	رشید سمیع سلفی	05
کیا کسی وجہ سے فرض نماز چھوڑی یا اپنے متعینہ وقت سے......	فاروق عبداللہ نراین پوری	09
تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (گیارہویں قسط)	کفایت اللہ سنابلی	12
اس سنت کو بھی زندہ کریں!	حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی	17
مومن سے شرک ممکن ہے	شفیق عدیل محمدی	19
امت محمدیہ کی خصوصیات وفضائل	عبدالکریم رواب علی سنابلی	21
تطہیر معاشرہ کے چند تدابیر	محمد محبّ اللہ المحمدی	27
آزمائش: رحمت یا زحمت (تیسری اور آخری قسط)	عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی	36
سلام کے فضائل ومحاسن	ابوالبیان رفعتؔ سلفی	39
قوتِ بیان کا صحیح استعمال کریں	عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی	45
تصویر کی حرمت اسلام کی نظر میں	عائشہ اُمۃ النور بنت جمیل الدین	47

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے

رشید سمیع سلفی

قارئین کرام!

مجلّہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچنے تک بچوں کی چھٹیوں کا دور شروع ہو چکا ہوگا، اس لیے تعطیل کے بارے میں چند باتیں گوش گزار کی جاتی ہیں، دراصل چھٹی اور تعطیل ہمارے معمول کی زندگی کا حصہ ہیں، تعطیل سے تازگی اور بشاشت آتی ہے، تکان کی جگہ ایک نیا جوش اور ولولہ عود کر آتا ہے، عمل مسلسل سے پیدا ہونے والی کبیدگی اور افسردگی جاتی رہتی ہے، بچے بھی تعلیمی مصروفیات سے فارغ ہو کر نئے تعلیمی مرحلے کے لیے تفریح ونشاط سے بھرپور ہوتے ہیں، قید و بند سے آزادی ملتی ہے اور روح کھلی فضا میں پرواز کرتی ہے، واضح رہے کہ چھٹی صرف وقت گزاری کا نام نہیں ہے جیسا کہ آج سمجھ لیا گیا ہے، نبی رحمت ﷺ نے بھی اس انسانی افتاد طبع کا تذکرہ اپنے فرمان میں کیا ہے، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ"

"دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں، صحت اور فراغت"۔[بخاری: کتاب الرقاق: باب ماجاء فی الصحة والفراغ]

مشاہدہ کہتا ہے کہ چھٹی ایک بے ہنگم دورانیہ بن کر ہمارے زندگی میں رہ گئی ہے، وقت، مال اور صحت کی بربادی کا دوسرا نام چھٹی ہے، آپ ہائی سوسائٹی کی چھٹیوں پر نظر ڈالیں گے تو مال کے اسراف کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جائیں گے، پھر وہ خبر بھی مسئلے کی سنگینی کو بتاتی ہے جو مہاراشٹر کے ایک فارم ہاؤس میں ڈرگس کے ساتھ نوجوان طلبہ کے پکڑے جانے سے متعلق ہے، تذکرہ اس لیے کہ ان میں ایک بڑی تعداد مسلم بچوں اور بچیوں کی تھی، ویکیشن کلچر ترقی کرتے ہوئے کہاں پہنچ چکا ہے آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے؟ ہم مانتے ہیں کہ طویل مصروفیات طبیعت کو سیر و تفریح کی طرف راغب کرتے ہیں، جسم کی کسل مندی گھومنے پھرنے کی متقاضی ہوتی ہے، مختلف مقامات کی زیارت اور رشتے داروں سے ملاقات سے جسم و روح میں تازگی کے نوع بہ نوع پھول کھلتے جاتے ہیں، دل و دماغ پر پڑی دھند کافور ہو جاتی ہے، یہاں تک تو بات ٹھیک تھی، لیکن پوری تعطیل بس اسی طرح کی وقت گزاری کی نذر ہو جائے، تعطیل بس ایک تعطل بن کر رہ جائے، ہر چہار جانب انارکی اور انتشار کا غلبہ ہو، پوری بستی کھیل کے میدان میں تبدیل ہو جائے، سوسائٹی

بچوں کے شور و ہنگامے سے ہلتی ہوئی محسوس ہو، دروازے اور کھڑکیوں کے شیشے ان کے خوف سے لرزاں وترساں ہوں، راہ گیروں کے عینک اور بزرگوں کے منحنی پیکر ان کے آوارہ گیندوں سے محفوظ نہ ہوں، گلی محلوں کا سکون غارت ہوجائے، بچے گھر کا رخ صرف کھانے اور سونے کے لیے کرتے ہوں، باقی اوقات گھر سے باہر کی مٹرگشتی میں برباد کر رہے ہوں، یہ تو ان بچوں کی کہانی ہے جو گھر کی چہار دیواری میں سامان عیش وطرب نہ پاتے ہوں۔

جرأت شوق تو کیا کچھ نہیں کہتی لیکن پاؤں پھیلانے نہیں دیتی ہے چادر مجھ کو

بسمل عظیم آبادی

البتہ جنھوں نے اپنے بچوں کو موبائل اور دوسرے آلات دے رکھے ہیں، ان کی کہانی ذرا الگ قسم کی ہے، وہ دن رات موبائل کی اسکرین سے چپکے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جو کچھ باہر کی دنیا میں ہورہا تھا وہ موبائل کی اسکرین پر ہونے لگتا ہے، الغرض جو بچے موبائل اور ٹیب سے محروم ہیں وہ گلی اور میدانوں میں خوار ہوتے ہیں اور جو اس نعمت سے سرفراز ہیں وہ جدید دور کی برکت سے باہر کی دل آرامیاں گھر کی چہار دیواری میں سمیٹ لاتے ہیں، موبائل کے جنون نے بچوں کو کس راہ پر ڈال دیا ہے؟ یہ بڑی تشویش کی بات ہے، ذرا تصور کیجیے کہ آپ کے بچوں کے وقت اور تعلیم کا اس ایجاد نے کیا حشر کیا ہے؟ آپ کیا کریں گے؟ جب بچہ گھر سے نماز کے لیے نکلتا ہے لیکن مسجد اور گھر کے درمیان کسی کمین گاہ میں موبائل سے شوق پورا کرنے لگتا ہے، آپ سمجھتے ہیں وہ نماز کو گیا ہے حالانکہ وہ چھپ کر موبائل کی اسکرین پر اپنی شرافت اور آپ کے اعتماد کو جلا کر خاکستر کررہا ہے، آپ کیا کرسکتے ہیں؟ جب بچہ بظاہر چادر ولحاف میں سورہا ہے لیکن چادر اور لحاف کے نیچے موبائل کی اسکرین چم چم کررہی ہے، مسئلے کی سنگینی کو سمجھئے اور اس اخلاقی بحران سے نئی نسل کو نکالنے کی کوشش کیجیے۔

میں کہہ یہ رہا تھا کہ کیا چھٹی صرف اپنے وقت کو بے رحمی سے ضائع کردینے کے لیے ہے؟ اس کا کوئی مفید مصرف نہیں ہے؟ کوئی بھی صحت مند اور سلیم الفطرت شخص اسے درست نہیں کہہ سکتا ہے، اسلام نے وقت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، اس کی قدر و قیمت کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے، اللہ کے نبی ﷺ کی ایک حدیث سے بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”لَا تزولُ قَدَمَا عبدٍ یومَ القیامةِ حتَّی یُسألَ عن أربعٍ عَن عُمُرِه فیما أفناهُ، وعن جسدِهِ فیما أبلاهُ، وعن عِلمِهِ ماذا عَمِلَ فیه، وعن مالِهِ مِنْ أَیْنَ اکْتَسَبَهُ وفیما أنفقَهُ“

”آدمی کا پاؤں قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹے گا یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے

بارے پوچھ لیا جائے۔اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا،اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا،اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور اس کے علم کے سلسلے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا'' [ترمذی: ٢٤١٦،صحیح]

عمر اور جوانی کے بارے میں سوال دراصل وقت کی بابت سوال ہے،لہٰذا ہم اپنی زندگی کے ہر پل کے بارے میں اللہ کے یہاں مسئول ہیں خواہ وہ مشغولیت ہو یا تعطیل کے ایام ہوں،یعنی ہماری چھٹیاں بھی سوال کے گھیرے میں آتی ہیں،اس لیے چھٹی کو وقت گزاری سے بچاتے ہوئے مفید کام میں لگانا چاہیے،بچوں کی چھٹیوں کو چند امور بروئے کار لا کر مفید بنایا جاسکتا ہے۔

(۱) چھٹی کے دنوں میں بچوں کی دینی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینا چاہیے،اسکول کے دنوں میں اسکول اور کلاسیز کے چکر میں بچہ بمشکل تمام ناظرہ قرآن کے لیے وقت نکال سکتا ہے،جبکہ دینی تعلیم اس سے بھی آگے کی چیز ہے،اسکول کی تعطیل نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ آپ بچے کو کما حقہ دینی تعلیم سے روشناس کرسکیں،ایک بہترین ٹیوٹر کے ذریعے ٹھوس دینی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیے،بچے کو عقیدہ،قرآن،وضو،نماز،اسلام کی بنیادیں،سیرت اور اسلامی واقعات کی تعلیم سے آراستہ پیراستہ کرنا چاہیے۔

(۲) پنج وقتہ نمازوں کی پابندی اور اس پر عمل درآمد کرانا بہت ضروری ہے،اس میں بہرصورت کوتاہی سے بچے کو پوری طرح سے بچائیں،گھر سے مسجد تک بچے کی نگرانی ہونا چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب والدین بھی صوم وصلاۃ کے پابند ہوں۔

(۳) بچوں کی بہترین صحت کے لیے ورزش اور بدنی ریاضت بھی بہت ضروری ہے،بلکہ کوشش ہو کہ ایک وقت متعین کرکے اپنے اسکول اور پڑھائی کے دنوں میں ہمیشہ ورزش کرتے رہنا چاہیے،اس سے بدن مضبوط ہوگا،جسم توانا ہوگا،سلف اپنے بچوں کو مضبوط اور قوی بنایا کرتے تھے،وقت کے رائج کھیل کود کے فن سے بقدر ضرورت انہیں وابستہ رکھتے تھے،مگر کھیل وہی منتخب کیا جائے جو محنت طلب ہو،جسم کو مشقت میں ڈالنے والا ہو،صرف تفریح مقصود نہ ہو،یہ ہماری روایت ہے،ہم اس سے پہلو تہی نہیں کرسکتے۔

(۴) بچوں کو کلی طور پر تعلیم سے لاتعلق رکھنا عقلمندی نہیں ہے،چھٹی ہے تو کیا ہوا،اسکول سے چھٹی ہے پڑھائی سے تو چھٹی نہیں ہے،بعض اسکولوں میں چھٹی کا ہوم ورک دیتے ہیں،دینا بھی چاہیے،ساتھ ہی بچوں کو غیر نصابی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے کیونکہ پڑھائی کے ایام میں ایک طالب علم نصاب کی چہار دیواری میں بند ہو کر زندگی گزارتا ہے،

نصاب سے باہر کی دنیا سے وہ کیسے واقف ہوگا؟ خارجی مطالعہ سے ہی ایک طالب علم کتاب کے حصار سے باہر دیکھ پاتا ہے۔

(۵) ایک اہم کام چھٹی میں یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ کسی ایسے مضمون اور سبجیکٹ میں طالب اضافی محنت کرے جس میں وہ کمزور واقع ہوا ہے، بعض طالب علم کسی کسی سبجیکٹ میں نسبتاً کمزور ہوتے ہیں، چھٹی میں اگر کسی ٹیوٹر یا تعلیم یافتہ ماں باپ کی نگرانی میں محنت کرلیا جائے تو کمزوری دور ہوسکتی ہے، ظاہر ہے عام دنوں میں طالب اس سبجیکٹ میں خصوصی محنت نہیں کرسکتا، اس کے لیے طویل چھٹیاں ہی بہترین موقع فراہم کرتی ہیں۔

(۶) سمر کیمپ بھی ویکیشن کا مفید مصرف ہیں، طلبہ کو مستند اداروں کی طرف سے منعقد کیے گئے سمر کیمپ میں باقاعدگی سے شریک ہونا چاہیے، وہاں کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا چاہیے، ادھر چند سالوں سے چھٹیوں میں سمر کیمپ کے انعقاد کا مفید سلسلہ چلا ہے، الحمدللہ اس کے خاطر خواہ نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔

(۷) چھٹیوں میں دینی پروگراموں اور مجالس سے استفادہ بھی حسب استطاعت ہونا چاہیے، پروگرامز تعلیم و تربیت اور شخصیت سازی کا بہترین ذریعہ ہیں، مختصر وقت میں اجلہ علماء اور معیاری دروس سے مستفید ہوا جاسکتا ہے۔

مدارس کے طلبہ بھی ان تجاویز سے مستفید ہوسکتے ہیں، مدارس کے طلبہ بھی چھٹی کو ضائع کرنے کے بجائے اسے کار آمد بنانے کی کوشش کریں، پوری چھٹی تعلیم سے لاتعلق ہوکر گزارنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پڑھی ہوئی چیزیں ذہن سے ایسے محو ہوجائیں گی جیسے کبھی پڑھا نہیں تھا، فراغت کو غنیمت سمجھتے ہوئے احادیث حفظ کرلیں، قرآن کی سورتیں یاد کریں جو مستقبل میں قدم قدم پر کام آنے والی ہیں، میں تو کہتا ہوں کہ اہل مدارس طلبہ کو ایام تعطیل کا حساب لگا کر ہوم ورک دے دیا کریں، پھر واپسی پر امتحان لے کر اس کی افادیت کو یقینی بنائیں، وقت کی قدر و قیمت مسلم ہے، اس سے جتنی غفلت برتی جائے گی وہ اسی قدر خسارے کا ذریعہ ہوگا، گزرا وقت ایک ایسا خسارہ ہے جس کی بھرپائی ممکن نہیں ہے، یہ آپ کو کچھ دے کر جاتا ہے یا آپ سے کچھ چھین کر جاتا ہے، اس کی رفتار کو توڑا نہیں جاسکتا ہے اور نہ اس کے بڑھتے قدموں کو روکا جاسکتا ہے، اس کے دیئے گئے زخموں کا کوئی مرہم نہیں اور اس کی طرف سے پہنچائے گئے تلخیوں کا کوئی تریاق نہیں ہے، بس وقت کی رفتار اور چال کو کمال ہوشمندی سے اپنے حق میں ڈھالنے کی ضرورت ہے، اس شعر کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

کیا کسی وجہ سے فرض نماز چھوڑی یا اپنے متعینہ وقت سے موخر کی جاسکتی ہے؟

فاروق عبداللہ نراین پوری

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے، جب تک انسان ہوش وحواس میں ہے، پاگل نہیں ہوگیا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے) نماز اس سے معاف نہیں، اگر کھڑے کھڑے نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھے بیٹھے پڑھ لے، بیٹھے بیٹھے بھی نہیں پڑھ سکتا تو لیٹے لیٹے پڑھے، حرکت نہیں کرسکتا تو اشارے سے پڑھ لے لیکن نماز نہیں چھوڑ سکتا۔

اسی طرح اسے وقت کے اندر ادا کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾

''بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے'' [النساء:۱۰۳]

گرچہ میدان جہاد میں ہو، نماز معاف نہیں ہے۔

اگر کسی حالت میں نماز معاف ہوسکتی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے جو حالت تھی اس حالت میں ان سے نماز معاف ہو جاتی، لیکن انہوں نے اس حالت میں بھی نماز ادا کی، بلکہ آپ نے فرمایا کہ جس نے نماز چھوڑ دی اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

جب تک انسان ہوش وحواس میں ہے نماز کا وقت داخل ہو جائے تو عذر کے حساب سے ''دخول وقت کی شرط کے علاوہ'' نماز کی تمام شرطیں ارکان وغیرہ اس سے معاف ہوسکتی ہیں، لیکن نماز معاف نہیں ہوسکتی۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وقت کے اندر نماز ادا کرنا کتنا ضروری ہے اور دخولِ وقت کی شرط کتنی زیادہ اہم ہے۔ دوسری شرطیں تو کسی نہ کسی وجہ سے ساقط ہوسکتی ہیں لیکن وقت کی شرط نہیں (سوائے نیند یا نسیان کے)

مثلاً: اگر دشمن نے اسے کھمبے سے باندھ دیا ہو اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف نہ ہو پھر بھی اس سے نماز معاف نہیں ہے، رکوع، سجدہ، تشہد نہیں کرسکتا کوئی بات نہیں کھڑے کھڑے (جس طرح ممکن ہو) اشارے سے نماز ادا کرے۔

قبلہ رخ نہیں ہوسکتا کوئی بات نہیں، وضو یا تیمّم نہیں کرسکتا، تب بھی کوئی بات نہیں، نیت ہی اس کے لیے کافی ہے۔

جنبی یا محتلم ہے اور غسل کے لیے پانی نہیں ہے، کوئی بات نہیں، تیمّم کر کر کے نماز پڑھ لے۔

اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو نیت ہی کافی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جس طرح بھی ممکن ہو وقت کے اندر نماز ادا کرے، نماز معاف نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: "باب إذا لم يجد ماء ولا ترابا".

اس باب کے تحت شارحین حدیث نے جو بحث پیش کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهذا لا يسقط عنه الصلاة ألا تراه يقول: لا يقبل الله صلاة حائض إلاّ بخمار وهي إذا لم تجد ثوبا صلت عريانة فكذلك هذا إذا لم يجد طهورا صلى على حسب الإمكان.

وقد يؤمر الطفل بالطهارة والصلاة ويحج به ولا يصح في الحقيقة شيء منها وتؤمر المستحاضة بالصلاة وطهرها غير صحيح".[معالم السنن: ۹۸/۱]

اور امام ابن بطال رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال المؤلف: "الذي لا يجد ماءً ولا ترابًا هو المكتوف والمحبوس والمهدوم عليه والمعطوب ومن أشبههم تحضره الصلاة......"[شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۴۷۰/۱]

اور امام ابوثور فرماتے ہیں:

"القياس فيمن لم يقدر على الطهارة أن يصلي ولا يعيد، كمن لم يقدر على الثوب وصلى عريانًا الصلاة لازمة له، يصلي على ما يقدر، ويؤدي ما عليه بقدر طاقته"[شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۴۷۲/۱]

اور ابن القصار کا قول ہے:

"كل من أدّى فرضه على ما كلفه لم يلزمه إعادة، كالمستحاضة، ومن به سلس البول، والعاجز عن أركان الصلاة يصلي على حسب حاله، وكالمسايف، والمسافر يحبس الماء خوفًا على نفسه من العطش، يتيمم ويصلي، كل هؤلاء إذا صلوا على حسب تمكنهم لم تجب عليهم إعادة"[شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۴۷۲/۱]

یہ ہے نماز کی اہمیت اور وقت کے اندر اسے پڑھنے کی تاکید۔

سب سے زیادہ افسوس ان طلبہ علم اور علماء پر ہوتا ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر نماز کو وقت سے موخر کر دیتے ہیں

اور متعینہ وقت سے نکال کر پڑھتے ہیں۔

مثلاً: سفر کر رہے ہوں تو نماز نہیں پڑھتے، کہتے ہیں منزل پر پہنچ کر اکٹھی تمام نمازیں پڑھ لیں گے، یہ بہت ہی خطرناک سوچ ہے بلکہ ایک قول کے مطابق یہ جائز ہی نہیں ہے کہ وقت نکلنے کے بعد اسے پڑھا جائے سوائے دو اعذار کے:

(۱) سو جائے یا (۲) بھول جائے۔

اگر سو گیا ہو اور وقت نکلنے کے بعد آنکھ کھلے یا بھول گیا اور وقت نکلنے کے بعد یاد آئے تو فوراً اسی وقت نماز ادا کرے، وہی اس کا وقت ہے۔

ان دو اعذار کے علاوہ کسی بھی عذر سے نماز کو وقت کے بعد پڑھنا جائز نہیں۔

سلف کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے اور ان کے دلائل بھی کافی قوی ہیں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلیٰ میں اس مسئلہ پر انتہائی قیمتی علمی بحث پیش کی ہے، طلبۂ علم کو اسے پڑھنا چاہیے۔

گرچہ اس مسئلہ میں قدیم زمانے سے اختلاف موجود ہے اور مشقت کی حالت میں اگر کسی سے نماز چھوٹ جائے تو بعد میں اس کی قضا کو بعض علماء نے جائز کہا ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

استاد محترم شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی حفظہ اللہ سے جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں صحیح بخاری کے درس میں ہم نے یہی پڑھا تھا اور ابن حزم رحمہ اللہ کے موقف کو ہی شیخ اقرب الی الصواب کہتے تھے۔

پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں شیخ عبد العزیز الصاعدی حفظہ اللہ سے اس مسئلہ کو پڑھنے کا موقع ملا، آپ نے بھی یہی باتیں ذکر کیں۔

بہت سارے حضرات (بلکہ بعض طلبہ اور علماء بھی) رات کو جنبی ہونے یا احتلام ہونے کے بعد شرم وحیا کی وجہ سے فجر سے پہلے غسل نہیں کرتے اور فجر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں اور پھر ظہر سے پہلے غسل کر کے ظہر کے وقت فجر کی نماز پڑھتے ہیں، یہ انتہائی درجے کی ظلم وزیادتی ہے، ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور اپنے اس عمل سے توبہ کرنا چاہیے۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ.

(گیارہویں قسط)

تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

کفایت اللہ سنابلی

(ج): متن کے مرفوع ہونے سے انکار

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ متن مرفوع نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں ایسا ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ تک بھی یہ بات پہنچی ہو اور آپ ﷺ نے اس کا اقرار کیا ہو، ابن حجر رحمہ اللہ نے بعض کہہ کر یہ اعتراض نقل کیا ہے لیکن معترض کے نام کی صراحت نہیں کی ہے۔[فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة:۹/۳۶۵]

جواباً عرض ہے کہ:

اولاً:

امام ابن القیم رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۱) اس کا جوب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”هذا بهتان عظيم أن يستمر هذا الجعل الحرام المتضمن لتغيير شرع الله ودينه، وإباحة الفرج لمن هو عليه حرام، وتحريمه على من هو عليه حلال، على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه خير الخلق، وهم يفعلونه، ولا يعلمونه، ولا يعلمه هو، والوحي ينزل عليه، وهو يقرهم عليه، فهب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم -لم يكن يعلمه، وكان الصحابة يعلمونه، ويبدلون دينه وشرعه، والله يعلم ذلك، ولا يوحيه إلى رسوله، ولا يعلمه به، ثم يتوفى الله رسوله صلى الله عليه وسلم والأمر على ذلك، فيستمر هذا الضلال العظيم، والخطأ المبين عندكم مدة خلافة الصديق كلها يعمل به ولا يغير إلى أن فارق الصديق الدنيا، واستمر الخطأ والضلال المركب صدرا من خلافة عمر، حتى رأى بعد ذلك برأيه أن يلزم الناس بالصواب فهل في الجهل بالصحابة، وما كانوا عليه في عهد نبيهم وخلفائه أقبح من هذا“

”یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ نبی ﷺ کے دور میں اللہ کی شریعت اور دین کی تبدیلی پرمبنی یہ حرام کام ہوتا رہا اور جو شرم گاہ جس پر حرام تھی اسے اس کے لیے حلال کیا جاتا رہا اور جس کے لیے حلال تھی اس کے لیے حرام کیا جاتا رہا، یہ سب صحابہ کرتے رہے اور انہیں اس کے حرام ہونے کا علم نہ ہوا، اور نہ ہی نبی ﷺ کو اس کی خبر ہوئی اور وحی نازل ہوتی رہی

اور آپ ﷺ اس کا اقرار کرتے رہے، ذرا فرض کیجیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اس بات کا علم نہیں ہوا اور صحابہ اس مسئلہ کو ایسے ہی سمجھتے رہے اور اللہ کے دین وشریعت کو بدلتے رہے اور اللہ ان باتوں کو جانتا تھا لیکن اپنے رسول پر وحی کر کے ان باتوں سے باخبر وآگاہ نہیں کیا، پھر آپ ﷺ کی وفات ہو جاتی ہے اور معاملہ ایسے ہی چلتا رہتا ہے، اور تمہارے بقول یہ سنگین گمراہی اور واضح غلطی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پورے دورِ خلافت تک جاری رہتی ہے، اس پر عمل کیا جا رہا ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان کی اصلاح نہیں کرتے، یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، اور اس غلطی اور گمراہی کا سلسلہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک چلتا رہتا ہے، اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو توفیق ملتی ہے کہ وہ اپنی رائے سے لوگوں کی اصلاح کریں، تو بتلائیے کہ صحابہ کی لاعلمی اور عہدِ رسالت اور عہدِ خلفاء میں صحابہ کی بدعملی کی اس سے بدترین کوئی مثال ہو سکتی ہے؟'' [زاد المعاد، ن مؤسسة الرسالة:٥/٢٤٦]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وتعقب بأن قول الصحابی کنا نفعل کذا فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حکم الرفع علی الراجح حملا علی أنه اطلع علی ذلک فأقره"

''اور اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں ایسا کرتے تھے یہ راجح قول کے مطابق مرفوع کے حکم میں ہے، یہ اس بات پر محمول ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کا اقرار کیا'' [فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة:٩/٣٦٥]

محمود عالم صفدر اوکاڑوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

(أنهم کانوا یفعلون فی زمان النبی صلی الله علیه وسلم کذا) یہ بھی حکماً مرفوع ہی ہے، یہ اس لیے کہ چونکہ صحابہ کو دینی امور کے متعلق آں حضرت ﷺ سے تحقیق کرنے کا نہایت شغف تھا۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ آپ کو اطلاع کیے بغیر انہوں نے اس فعل کو کیا ہو، علاوہ اس کے وہ وحی کا زمانہ تھا اس لیے اگر وہ فعل ناجائز ہوتا تو ممکن نہیں صحابہ اس کو ہمیشہ کریں اور بذریعۂ وحی روکے نہ جائیں۔ [قطرات العطر:ص:٢٤٨-٢٤٩]

عصر حاضر کے بعض دیوبندیوں نے اعتراض کرتے ہوئے یہ مثال دی ہے کہ عہد رسالت میں ایک موقع پر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جنابت کے بعد تیمّم کرتے وقت پورے بدن پر مٹی ملی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پانی نہ ملنے پر نماز ہی نہیں پڑھی جیسا کہ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۳۸) میں ہے۔

عرض ہے کہ:

یہ مثال خود ان کے خلاف ہے کیونکہ اسی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی پھر آپ ﷺ نے تیمّم کا صحیح طریقہ سکھایا، چنانچہ اس حدیث میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

”فذكرت للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: إنما كان يكفيك هكذا فضرب النبي صلى الله عليه وسلم بكفيه الأرض، ونفخ فيهما، ثم مسح بهما وجهه وكفيه“

”تو میں نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے کہا: تمہارے لیے کافی تھا کہ تم اس طرح کر لیتے، پھر آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا پھر ان میں پھونکا، پھر انہیں چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر پھیرا“ [صحيح البخاری: ۷۵/۱رقم: ۳۳۸]

یہ حدیث تو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں صحابہ جو کرتے تھے اس کی اطلاع نبی ﷺ کو دی جاتی تھی اور اگر وہ کام غلط ہوتا تو نبی ﷺ اس کی اصلاح کرتے۔

ثانیاً:

احناف یہ مانتے ہیں کہ فطرہ میں گیہوں کی مقدار نصف صاع ہے اور یہی صحیح بھی ہے، امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی دلیل میں یہ حدیث پیش کیا ہے:

امام طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۱) نے کہا:

حدثنا فهد بن سليمان، وعلي بن عبد الرحمٰن قال: حدثنا ابن أبي مريم قال: أخبرني يحيى بن أيوب أن هشام بن عروة حدثه عن أبيه أن أسماء ابنة أبي بكر أخبرته: ”أنها كانت تخرج على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أهلها الحر منهم والمملوك مدين من حنطة أو صاعا من تمر“

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: ”کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ کے دور میں اپنے گھرانے میں ہر ایک کی طرف سے خواہ آزاد ہوں یا غلام، دو مد (یعنی آدھا صاع) گیہوں یا ایک صاع کھجور نکالتی تھیں“ [شرح مشكل الآثار: ۲۷/۹، رقم ۳۴۰۸ قال الالبانی اسناده صحيح على شرط الشيخين وهو كذلك]

اس حدیث میں دیکھئے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں ذکر ہے کہ وہ عہد رسالت میں نصف صاع گیہوں فطرہ میں دیتی تھیں، لیکن یہاں یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا کہ اللہ کے نبی ﷺ کو اس کی اطلاع نہیں ملی بلکہ عہد رسالت کے حوالے

کی بنا پر اسے مرفوع ہی مانا جاتا ہے، یہی معاملہ طلاق والی صحیح مسلم کی اس حدیث کا بھی ہے۔

نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فطرہ میں اللہ کے نبی ﷺ کے حوالے سے صرف دو چیز کھجور اور جو کا ذکر کیا ہے۔

[صحیح البخاری: ۲/ ۱۳۰، رقم: ۱۵۰۳]

لیکن ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كنا نخرج زكاة الفطر صاعا من طعام، أو صاعا من شعير، أو صاعا من تمر، أو صاعا من أقط، أو صاعا من زبيب"

"ہم فطرہ کی زکوٰۃ ایک صاع طعام یعنی ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (کشمش) نکالا کرتے تھے" [صحيح البخاری: ۱۳۱/۲، رقم: ۱۵۰۶]

یہاں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عہدِ رسالت میں بطور فطرہ پنیر اور کشمش دینے کا بھی ذکر کیا ہے، اور ابن حزم ظاہری نے اس پر بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ پنیر اور کشمش دینا اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور اس حدیث کے بارے میں کہا:

"وهذا غير مسند"

"یہ حدیث مرفوع نہیں ہے" [المحلى لابن حزم، ت بيروت: ۲٤٥/٤]

اور دوسری جگہ کہا:

"إنه ليس من هذا كله خبر مسند، لأنه ليس في شيء منه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علم بذلك فأقره"

"ان میں سے کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی حدیث میں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کو اس کا علم ہوا اور آپ ﷺ نے اس کا اقرار کیا" [المحلى لابن حزم، ت بيروت: ٢٤٦/٤]

کیا خیال ہے؟

کیا اہل تقلید ابن حزم رحمہ اللہ کی طرح فطرہ میں صرف کھجور اور جو ہی دینے کو مرفوعاً ثابت مانیں گے اور پنیر، کشمش اور گیہوں والی احادیث کے مرفوع ہونے کا انکار کر دیں گے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر صحیح مسلم کی اس حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ثالثاً:

اس بات کا صراحتاً ثبوت موجود ہے کہ نبی ﷺ کے دور میں تین طلاق دی گئی اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع بھی ملی اور خود آپ ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کو ایک قرار دیا، چنانچہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

حدثنا سعد بن إبراهيم ، حدثنا أبى ، عن محمد بن إسحاق ، حدثني داود بن الحصين ، عن عكرمة ، مولى ابن عباس ، عن ابن عباس ، قال:"طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بني المطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد ، فحزن عليها حزنا شديدا ، قال : فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم: كيف طلقتها ؟ قال :طلقتها ثلاثا ، قال: فقال: في مجلس واحد ؟ قال: نعم قال: فإنما تلك واحدة فأرجعها إن شئت قال :فرجعها فكان ابن عباس: يرى أنما الطلاق عند كل طهر "

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دی، پھر اس پر انہیں شدید رنج لاحق ہوا، تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا: میں نے تین طلاق دے دی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا: کیا ایک ہی مجلس میں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر یہ ایک ہی طلاق ہے تم چاہو تو اپنی بیوی کو واپس لے لو، چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو واپس لے لیا۔ اس حدیث کی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہ فتوی دیتے کہ طلاق الگ الگ طہر میں ہی معتبر ہوگی'' [مسند أحمد ط الميمنية: ۱/۲۶۵ رقم: ۲۳۸۷ وإسناده صحيح]

اس حدیث کی استنادی حالت پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

اس حدیث کے سامنے آنے کے بعد اس دعویٰ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے کہ عہد رسالت میں تین طلاق کو ایک ماننا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں صراحتاً اس بات کا ثبوت موجود ہے اور یہ حدیث یہ بھی واضح کر دیتی ہے کہ نبی ﷺ کے فرمان ہی کی بنا پر عہد رسالت، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں تین طلاق کو ایک مانا جاتا تھا۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

☆☆☆

اس سنت کو بھی زندہ کریں!!!

حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

اللہ کی طرف سے انسان جن مختلف حالات کا شکار ہوتا ہے انہی میں سے ایک چیز ''مرض وبیماری'' بھی ہے، بیماری کا آنا اور بیمار ہوجانا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، کس حساب سے؟ اس طرح کہ بیماری گناہوں کے کفارے کا ذریعہ بھی بنتی ہے اور دوسرے لوگوں کی نیکیوں اور اجر وثواب میں اضافے کا سبب بھی، کیونکہ جب کوئی انسان بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ مشکل دور سے گزر رہا ہوتا ہے اس لیے اس پر صبر کرنے سے اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور اس کے گناہ بھی مٹتے ہیں، ساتھ ہی اس کی عیادت اور تیمارداری کے لیے آنے والے لوگ بھی اپنے لیے اجر وثواب جمع کر لیتے ہیں، مریض کی عیادت ایک بہترین عمل ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی سنت بھی ہے اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق بھی جسے ادا ضرور کیا جانا چاہیے۔

حدیثوں میں آپ ﷺ نے مریض کی عیادت کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور خود بھی آپ نے اس پر عمل کر کے بتایا ہے، اسی لیے آپ ﷺ کی سیرت پڑھتے ہوئے قاری کئی بار آپ کی زندگی کے اس پہلو کا بھی مطالعہ کرتا ہے کہ کس طرح آپ نے سرورِ کائنات ہو کر بھی محسنِ انسانیت کی مثال پیش کی ہے اور اپنے سے کم تر لوگوں کی خبر گیری کی ہے، بیمار ہونے پر ان کی عیادت کی ہے اور اس عمل پر اجر وثواب بھی بتلایا ہے، مختلف احادیث میں مریض کی عیادت کرنے پر مختلف طرح کی فضیلتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو واپس آنے تک گویا کہ وہ جنت کے پھل توڑنے میں مشغول ہوتا ہے'' [صحيح مسلم:٢٥٦٨]

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الجَنَّةِ مَنْزِلًا''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کے لیے کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اپنے بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو ایک منادی ندا لگاتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا اور تو نے جنت میں اپنے لیے ایک گھر بھی بنا لیا'' [سنن ترمذی:٢٠٠٨،حسن]

۳۔ ''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الجَنَّةِ''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ: ’’جو صبح کے وقت کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں‘‘ [سنن ترمذی:۹٦۹،صحیح]

محترم قارئین! آج لوگ مختلف طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہیں، بیماریاں روز بڑھتی جارہی ہیں، اسپتالوں اور دواخانوں کے اندر مریض رکھنے کی مزید گنجائش نہیں ہے، اگر کسی اسپتال کا چکر لگایا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس علاقے کے سارے لوگ یہیں جمع ہیں اور پورا علاقہ ہی بیمار ہے اور بیماریوں کی زد میں ہے، لیکن تیمارداری کرنے والوں کا دور دور تک پتہ نہیں، امراض اور مریضوں پر افسوس کرنے والے تو بہت ہیں لیکن ان کی عیادت کرنے والے بہت کم، بحیثیتِ مسلمان ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس سنت کو بھی زندہ کریں، ہماری شریعت نے ہمیں اس عمل کے اتنے فائدے بتلائے ہیں پھر بھی ہم مریض کی عیادت سے دور بھاگتے ہیں، ہم نے اس پیاری سنت کو بھی ترک کردیا ہے، ہم مریض کی عیادت کرنا اور اس کے دکھ درد میں شریک ہونا بھول گئے ہیں یہاں تک کہ اگر ہمارا پڑوسی بیمار ہو جائے تو ہم اس کی بھی خبر گیری نہیں کرتے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس عمل میں سراسر فائدہ عیادت کرنے والے کا ہے:

۱۔ سنت پر عمل کا ثواب

۲۔ سنت زندہ کرنے کا ثواب

۳۔ مسلمان کا حق ادا کرنے پر اجر

۴۔ ستر ہزار فرشتوں کی دعا کا مستحق

۵۔ جنت میں پھل توڑنے جیسا موقع

٦۔ جنت میں ایک گھر کا مالک

۷۔ بیماریوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا موقع

۸۔ دکھ اور تکلیف میں کسی کے لیے مرہم اور دوا بن جانے کا چانس

۹۔ کسی کے لیے خوشی اور مسرت کا سبب بن جانا

۱۰۔ اللہ کی رضا کا حصول

کام صرف ایک اور فوائد اتنے کہ اگر ان کا تعلق دنیاوی چیزوں سے ہوتو لوگوں کی بھیڑ کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے، فیصلہ آپ کریں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ دنیا یا سنت کو زندہ کرکے آخرت؟

مومن سے شرک ممکن ہے

شفیق عدیل محمدی

اللہ رب العالمین نے ہم جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور رب کی عبادت جو ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے اس کے لیے بنیادی شرط یہ رکھی ہے کہ وہ شرک کی آمیزش اور ملاوٹ سے پاک وصاف ہو، اگر ہم عبادت بھی انجام دیں اور ساتھ ساتھ رب کی ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات میں شرک سے بھی کام لیتے رہیں تو یقین جانیں کہ اللہ ہماری ایسی عبادت کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ اللہ نے ایک مقام پر تقریباً ۱۸ نبیوں کے حوالے سے یہ بات قرآن میں صراحتاً کہہ دی ہے کہ اگر یہ سارے نبی بھی شرک کرتے تو اللہ ان کے اعمال برباد کر دیتا، ﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [انعام :۸۸] ایک مقام پر نبی آخر الزماں ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ نے فرمایا: ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ ''اگر آپ شرک کرتے تو آپ کے عمل برباد ہو جاتے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے'' [الزمر:٦٥]

اس لیے تمام مومنوں کو خسارہ اور نقصان سے بچنے کے لیے اپنی توحید کو شرک کی غلاظت سے محفوظ رکھ کر زندگی گزارنی چاہیے تاکہ صاف شفاف توحید کی بدولت جنت نصیب ہو سکے۔

شرک کے حوالے سے مسلمانوں کے درمیان یہ نزاع کا مسئلہ بنا ہوا ہے کہ کیا ایک مومن و مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد مشرک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس اختلاف کی بنیاد بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِيْ''

''اللہ کی قسم مجھے اپنے بعد تم پر شرک کا کوئی خوف نہیں'' [صحيح البخاری:١٣٤٤، صحيح مسلم:٢٢٩٦]

اہل باطل اس حدیث کو دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں شرک ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ نبی ﷺ نے یہ فرما دیا ہے کہ ''مجھے اپنے بعد تم پر شرک کا کوئی خوف نہیں ہے''۔ اسی حدیث کی بنا پر شرک میں مبتلا لوگ بھولی بھالی عوام کو قبروں، مزاروں، قبوں، آستانوں اور باباؤں سے جوڑ کر عوام سے نا صرف غیر شرعی وسیلہ کراتے ہیں بلکہ سجدہ جو صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے لائق ہے غیروں کے لیے کرا دیتے ہیں، مزید انہیں بیوقوف بنا کر اپنی روٹیاں سینکتے ہیں اور جہاں خود شرک کی غلاظت میں لت پت ہوتے ہیں وہیں بھولی بھالی عوام کو بھی شرک کے دلدل میں پھنسا دیتے ہیں۔

حالانکہ مذکورہ حدیث میں وہ مفہوم جو اہل باطل نکالتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں امت کے شرک

میں مبتلا ہونے کی نفی نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ''پوری کی پوری امت یکبارگی کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہو گی''۔جیسا کہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وقوله ما اخاف عليكم ان تشركوا بعدي: ..اى على مجموعه لان ذالك قد وقع من البعض.

''اور آپ ﷺ کا قول مجھے اپنے بعد تم پر شرک کا کوئی خوف نہیں: یعنی مجموعی طور پر شرک میں مبتلا ہونے کا خوف نہیں ہے، کیونکہ امت کے بعض لوگوں کی جانب سے شرک کا وقوع ہو چکا ہے''[فتح الباری: ج:۳،ص:۲۱۱]

سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانے اور ہر دور میں کچھ لوگ ایسے موجود رہیں گے جو شرک سے بچنے والے ہوں گے، جبکہ کچھ لوگ شرک بھی کریں گے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ''

''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری اُمّت کے قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری اُمت کے قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں''[ابوداؤد:۴۲۵۲،صحیح]

مزید آپ ﷺ فرمایا: **''لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ اَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِي الْخَلَصَةِ''**

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک قبیلۂ دوس کی عورتوں کی سرینیں ذی الخلصہ بت کے گرد طواف نہیں کریں گی''[صحیح البخاری:۷۱۱۶، صحیح مسلم:۲۹۰۶]

ان حدیثوں میں اُمت کے افراد میں شرک کے پائے جانے کا واضح ثبوت ہے، اس لیے یہ کہنا کہ امت محمد یہ شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتی، بالکل غلط ہے، سچ تو یہی ہے کہ امت محمد یہ شرک میں مبتلا ہوگی کیا ہو چکی ہے، اور شرک میں مسلمان مبتلا نہیں ہوگا تو اور کون ہوگا؟ کیونکہ غیر کلمہ گو انسان تو پہلے سے ہی کفر وشرک کے جھمیلے میں پھنسا ہوا ہے، یاد رہے اِن حدیثوں کو قربِ قیامت کے ساتھ خاص کرنا حدیث میں معنوی تحریف کرنے کے برابر ہے۔

اس کے علاوہ اللہ نے بھی قرآن میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مومن مشرک ہوسکتا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴾

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں''[یوسف:۱۰۶]

خلاصہ یہ کہ امت محمد یہ شرک کر سکتی ہے، ہاں پوری کی پوری امت ایک ساتھ شرک نہیں کر سکتی، اس لیے ہر مسلمان کو کلمۂ توحید کے اقرار کے بعد اپنی توحید کی حفاظت کے لیے شرک اور شرک کی باریکیوں سے بچتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے تا کہ وہ کل قیامت خسارہ سے بچتے ہوئے اللہ کی رضا اور اس کی جنت کا مستحق ہو سکے۔

امت محمدیہ کی خصوصیات وفضائل

عبدالکریم رواب علی سنابلی

دور حاضر میں امت مسلمہ کا سیاسی وجود تقریباً ختم ہو چکا ہے، ان کی اقتصادیات غیر اقوام پر منحصر ہے، جہاں اقلیت میں ہیں وہاں ہم وطنوں کے ظلم کا شکار ہیں اور جہاں اکثریت میں ہیں وہاں ایک دوسرے کے قاتل خود بنے ہوتے ہیں۔ دنیا کی ہر قوم امتِ مسلمہ پر ایسے ہی جھپٹ رہی ہے جیسے بھوکا شکاری اپنے پسندیدہ شکار پر آ کر، مسلمان ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں تو ان پر دہشت گردی کا الزام عائد کرکے مزید ظلم کا جواز پیدا کر لیتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ سورتیں کس لیے درپیش ہے؟ کیونکہ ہم نے اپنے مقام کو پہچانا نہیں، آلام ومصائب سے متعلق حکمت الٰہی کو سمجھا نہیں، امت مسلمہ کی حقیقت کو پہچانا نہیں، اللہ نے ہمارے اوپر کیا کیا انعامات کیے ہیں اسے جانا نہیں، اس امت کے کیا فضائل ہیں ہم نے غور کیا نہیں، اس زیرِ بحث مضمون میں صحیح احادیث کی روشنی میں بعض اہم اور قابل غور فضائل کو ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ امت محمدیہ افضل ترین امت ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کو نیک بات کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکنے کے لیے پیدا کیے گئے ہو" [آل عمران: ۱۱۰]

ابتدائے دنیا سے بہت سی امتیں پیدا ہوئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت وعدل سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی، جیسے بنو اسرائیل اپنے وقت کی سب سے بہتر امت تھی لیکن انہوں نے معصیتِ الٰہی کا ارتکاب کر کے نعمتوں کو گنوا دیا، پھر اللہ نے امتِ محمدیہ کو خیرِ امت کے لقب سے ملقب کر کے اس دنیا میں بھیجا۔

۲۔ آپ کا دور بنی آدم کا سب سے بہتر دور تھا:

آپ ﷺ نے فرمایا:

"بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ"

"مجھے انسانوں کے سب سے بہتر دور میں مبعوث کیا گیا چنانچہ صدی درصدی گزرتی گئی یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا جس میں میری بعثت ہوئی" [صحیح البخاری: ۳۵۵۷]

گویا اس حدیث سے واضح پتہ چلتا ہے کہ امت محمدیہ کا دور دیگر انبیاء کے ادوار سے بہتر اور افضل ہے۔

۳۔ یوم جمعہ کی برکت سے نوازا:

آپ ﷺ نے فرمایا:

”مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰى يَوْمٍ خَيْرٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، هَدَانَا اللّٰهُ لَهُ وَأَضَلَّ النَّاسَ عَنْهُ“

”جمعہ کے دن سے بہتر کسی اور دن پر نہ سورج طلوع ہوتا ہے اور نہ ہی غروب ہوتا ہے اللہ نے ہمیں اس دن کے اہتمام کی توفیق بخشی اور دوسری امتوں کو اس سے محروم رکھا“ [مسند احمد:۱۰۷۲۳، صحیح]

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو جمعہ جیسا مبارک دن عطا فرمایا جو فضیلت دوسری امتوں کو حاصل نہیں تھا اور جمعہ کے دن کی فضیلت کسی شخص سے مخفی نہیں ہے۔

۴۔ امتِ محمدیہ کو آسان دین عطا فرمایا:

وہ تمام سختیاں اور بوجھ جو اللہ کی طرف سے بطورِ آزمائش دیگر امتوں پر ڈالی گئی تھیں ان تمام امور سے امت محمدیہ آزاد ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾

”اس نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تم پر اس کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی (اس لیے) اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر جمے رہو“ [الحج :۷۸]

۵۔ امتِ محمدیہ کا حساب وکتاب سب سے پہلے ہوگا:

آپ ﷺ نے فرمایا:

”نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ، وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ، يُقَال: أَيْنَ الْأُمَّةُ الْأُمِّيَّةُ، وَنَبِيُّهَا؟ فَنَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ“

”وجود کے اعتبار سے ہم سب سے آخری امت ہیں اور ہمارا حساب سب سے پہلے کیا جائے گا، قیامت کے دن پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں اُمی امت اور اس کے نبی؟ چنانچہ ہم زمانہ کے لحاظ سے تو سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن ہمارا حساب سب سے پہلے ہوگا“ [سنن ابن ماجة: ۴۲۹۰، صحیح]

۶۔ سب سے پہلے امتِ محمدیہ پل صراط پار کرے گی:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُهَا“

”جہنم کی پشت پر پل رکھا جائے گا میں اور میری امتی سب سے پہلے اس پر سے گزریں گے“ [صحیح البخاری: ۷۴۳۷]

٦۔ جہنم میں داخلہ سب سے پہلے امت محمدیہ کو حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو جن فضائل سے نوازا ہے ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ جب اس امت کا حساب وکتاب سب سے پہلے ہوگا، پل صراط پر گزر سب سے پہلے ہوگا تو اس کے بعد کا مرحلہ یعنی دخول جنت میں بھی سبقت اسی امت کو حاصل ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا:

"نَحنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَنَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ"

"زمانے کے لحاظ سے تو ہم آخر میں آنے والے ہیں البتہ قیامت کے دن ہمارا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے" [صحيح مسلم:٨٥٥]

٨۔ جنت میں آدھے لوگ امتِ محمدیہ کے ہوں گے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ، إِنِّى أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا، فَقَالَ: أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا، فَقَالَ: أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا "

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ تم (امت مسلمہ) تمام جنت والوں کے ایک تہائی ہوگے۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت والوں کے آدھے ہوگے پھر ہم نے اللہ اکبر کہا" [صحيح البخارى: ٣٣٤٨]

قارئین کرام! جنت جس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے۔[آل عمران:١٣٣]

جنت جس کے دروازے کے دنوں پٹوں کے درمیان کی مسافت چالیس سال کی دوری ہے۔[مسند احمد: ٢٠٠٢٥،حسن]

جنت جس کی لمبائی اور چوڑائی اس قدر ہے اور اس کے آدھی امت محمدیہ کے لوگ ہوں گے، ان تمام خصوص سے اس امت کی ایک بہت بڑی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔

٩۔ امت محمدیہ کے ستر ہزار سے زیادہ لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

"هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ، وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ"

"یہ آپ کی امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بے حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے"

[صحيح البخاري: ٥٧٥٢]

دوسری حدیث میں ہے کہ:

"وَعَدَنِي رَبِّي سُبْحَانَهُ أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا، لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ، وَلَا عَذَابَ، مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا، وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ"

"میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کرے گا اور ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید ہوں گے اور مزید برآں میرے رب کے تین لپ اور بھی بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے" [سنن ابن ماجه:٤٢٨٦،صحيح]

۱۰۔ امت محمد یہ امت مرحومہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا جتنا حصہ اس امت کے لیے خاص فرمایا ہے کسی اور دوسری امت کو عطا نہیں فرمایا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"أُمَّتِي هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ، عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ، وَالزَّلَازِلُ، وَالْقَتْلُ"

"میری امت پر اللہ کی خصوصی رحمت ہے، اس پر آخرت میں عذاب نہیں ہیں جیسا دوسری امتوں پر ہے، اس کا عذاب دنیا ہی میں باہمی جھگڑے، زلزلے اور قتل ہو جانے کی شکلوں میں ہے" [سنن ابی داؤد:٤٢٧٨،صحيح]

۱۱۔ جنت میں عورتوں، بزرگوں اور جوانوں کے سردار امت محمد یہ کے افراد ہوں گے:

امت محمد یہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ جنت میں عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، نوجوانوں کے سردار حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما، اور بوڑھوں کے سردار حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہوں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ"

"ابوبکر وعمر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ جملہ اولین وآخرین میں سے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہوں گے"

[سنن ابن ماجه:٩٥،صحيح]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ باعتبار دنیا جن کی موت بڑھاپے کی حالت میں ہوگی ان تمام کے سردار آپ دونوں ہوں گے، ورنہ جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

”أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الجَنَّةِ“

”اے فاطمہ کیا تم کو یہ بات خوش نہیں کرتی ہے کہ تم جنت میں عورتوں کی سردار ہو“؟[صحیح البخاری:٣٦٢٤]

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

”الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الجَنَّةِ“

”حسن وحسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے“[سنن ترمذی:٣٧٦٨،ابن ماجة:١١٨،صحیح]

١٢۔ امتِ محمدیہ کے لیے تمام روئے زمین مسجد ہے اور مالِ غنیمت حلال ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

”أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِي المَغَانِمُ“

”مجھے پانچ خصلتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملی۔ میرے لیے تمام روئے زمین کو نماز کی جگہ ہے اور پاکی کا ذریعہ بنایا گیا ہے، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔[صحیح البخاری:٣٣٥]

١٣۔ امتِ محمدیہ مکمل گمراہ نہیں ہوسکتی:

یہ عین ممکن ہے کہ سنت کے متبعین اور پیروکاروں کی تعداد کم ہو لیکن یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ پوری امت گمراہی کے راستے پر چل پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللّٰهِ مَعَ الجَمَاعَةِ“

”اللہ تعالیٰ میری امت کو کسی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے“[سنن ترمذی: ٢١٦٧، صحیح]

١٤۔ عمل کی مقدار کم لیکن اجر زیادہ ملے گا:

اس امت کے لیے ایک بڑی نوازش یہ ہے کہ تھوڑے عمل کے بدلے اللہ تعالیٰ بہت بڑے اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ مثلاً لیلۃ القدر کی عبادت کو ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر کیا۔(سورۃ القدر) یوم عرفہ کا روزہ رکھنے والوں کو دو سال کے گناہوں کا کفارہ عطا فرمایا۔(سنن ابن ماجہ:١٧٣١) جو شخص رمضان کے روزے مکمل کرنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے اسے صیام الدہر کے اجر سے نوازا۔(صحیح مسلم:١١٦٤) جس شخص نے عاشورہ کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے ایک سال کا گناہ معاف کردیتا ہے۔(مسلم:١١٦٢) حرم مکی کی ایک نماز دیگر جگہوں کی ایک لاکھ نماز

سے افضل ہے، مسجد نبوی کی ایک نماز دیگر جگہوں (حرم مکی کے علاوہ) کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔ (مسند احمد: ۱۵۲۷۱، اسنادہ صحیح علی شرط البخاری) امت محمدیہ پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی لیکن اس کا اجر پچاس نمازوں کے برابر قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم باب الاسراء بالرسول۔۱۶۲)

۱۵۔ امتِ محمدیہ کو صفحۂ ہستی سے کوئی نہیں مٹا سکتا:

بہت سی ایسی قومیں ہیں کہ ان کا نام صرف تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں لیکن امت محمدیہ کو دنیا کی کوئی بھی طاقت مکمل نیست و نابود نہیں کر سکتی، تمام مشرکانہ اور ملحدانہ طاقت اسلام اور اس کے ماننے والوں کے خلاف اکٹھا ہو گئی ہیں لیکن اس کے باوجود اسلام نام کتنی تیزی سے دنیا میں پھیل رہا ہے کسی سے مخفی نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: صحیح مسلم: کتاب الفتن: حدیث نمبر:۲۸۸۹)

۱۶۔ امت محمدیہ کو فرشتوں جیسی صف بندی عطا کی:

آپ ﷺ نے فرمایا:

"فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ"

"ہمیں تین چیزوں میں دیگر امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح رکھی گئی ہیں"

[صحيح مسلم:٥٢٢]

قارئین کرام! مذکورہ بالا صفات وفضائل کے علاوہ اور بھی بہت ساری خصوصیات ہیں لیکن ان تمام خوبیوں کا احاطہ یہاں ممکن نہیں ہے۔

امتِ محمدیہ کا فرد ہونا اور افضل الانبیاء کی امتی ہونا یہ محض فضل الٰہی ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾

"اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے ان میں سے کسی کو اختیار نہیں ہے"

[القصص:٦٨]

لہٰذا ہمیں اس عظیم نعمت پر اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور خیرِ امت ہونے کا کا تقاضہ جو امر بالمعروف والنہی عن المنکر ہے اسے پورا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شکر گزاری اور بحسن وخوبی فریضے کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

تطہیر معاشرہ کے چند تدابیر

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی، سپول، بہار

اسلامی معاشرہ آج مختلف چیلینجز کے گھیرے میں ہے، متنوع مسائل سے یہ ایمانی معاشرہ جوجھ رہا ہے، مختلف امراض واسقام سے دوچار ہے، معاشرہ مکدر ونجس سا ہوگیا ہے، غلاظت پڑگئی ہے، بے حیائی، بے شرمی بے غیرتی، بدکاری، زنا، لواطت، مشت زنی، ناجائز سری رشتے، حرام شادی رچانا اور غلط طریقے سے ہوائے نفس کی آگ بجھانا، وغیرہ وغیرہ، ہندوستان کے طول وعرض میں آج کل ارتداد کی لہر پھیلی ہوئی ہے، مسلم لڑکیاں غیروں کے ساتھ بھاگ رہی ہیں اور اپنا دین چینج کررہی ہیں، مسلم نوجوان مرتد ہورہے ہیں، ایسے میں والدین اور سرپرست کی ذمہ داری دوگنی ہوجاتی ہے، ارتداد اور غیروں کے ساتھ بھاگ کر شادی رچانے کے چند اہم اسباب یہ ہیں: دین سے دوری، مسلمان لڑکیوں کا کافر لڑکوں کے ساتھ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنا، مسلم لڑکیوں کا نوکری چاکری کرنا، فکری یلغاریں فلم، میگزئین اور آرٹیکل وغیرہ کے ذریعہ کافر علاقوں میں رہائش اختیار کرنا، لگژری زندگی گزارنے کی ہوس میں دوسرے مذہب کے لوگوں کی منظّم سازشیں وکوششیں، وغیرہ وغیرہ۔

اب ذیل کے سطور میں تطہیر سوسائٹی ومعاشرے کی چند تدابیر وتجاویز پیش کی جارہی ہیں۔

ا۔ افراد معاشرہ کے اندر عقائد کی درستی کی جائے، ایمان بالیوم الآخر، حساب وکتاب، حشر اور نشر کا سبق یاددلایا جائے، جہنم کا ڈر پیدا کیا جائے اور اللہ کی پکڑ کا خوف دلایا جائے، کیونکہ خوف وخشیت ایمان کے شروط میں سے ہے، مزید یہ متقین عباداللہ کی صفات ہے۔

"بل هی شرط من شروط الإيمان" قال تعالى:﴿فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾[سورة التوبة:١٣]

''بلکہ یہ ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے''۔اللہ نے فرمایا:''اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو''

والخشية خلق لا يتصف بها إلا عباد الله المتقين وأوليائه المحسنين:قال الله تعالى:﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾[سورة الأنفال:٢]

''خشیت ایک ایسی صفت ہے جو اللہ کے متقی بندوں اور محسنین اولیاء کے ساتھ ہی متصف ہوتی ہے''۔اللہ نے فرمایا:

’’بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں‘‘

قال الإمام الطبری رحمه اللّٰه:’’ لیس المؤمن بالذی یخالف اللّٰه ورسوله، ویترک إتباع ما أنزل له إلیه فی کتابه من حدوده وفرائضه، والانقیاد لحکمه، ولکن المؤمن هو الذی إذا ذکر اللّٰه وَجِل قلبه، وانقاد لأمره، وخضع لذکره، خوفًا منه، وفَرَقًا من عقابه‘‘

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:’’مومن وہ نہیں ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی حکم عدولی کرتا ہے، کتاب وسنت میں جو متعین حدود وفرائض ہیں ان کی اتباع نہیں کرتا اور ان کے حکم کے مطابق نہیں چلتا۔ بلکہ مومن وہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ کانپ اٹھتا ہے، ڈر جاتا ہے اور اس کے حکم پر چلنے لگتا ہے اور اس کو یاد کرنے لگتا ہے، اس سے خوف کھا کر اس کے عذاب سے ڈر کر‘‘۔[تفسیر الطبری:۳۸۵/۱۳]

قال تعالیٰ :﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ ذَلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾

اللہ نے فرمایا:’’اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعہ جسے چاہے راہِ راست پر لگا دیتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں‘‘[سورۃ الزمر:۲۳]

محترم قارئین! دینِ اسلام معاشرہ کے ہر ہر فرد میں اللہ کا خوف وخشیت پیدا کرتا ہے، وہ انہیں ڈراتا ہے کہ اس کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز نہ کریں، احکامِ الٰہی پر عمل کی صورت میں وہ روز قیامت اللہ کے انعامات ومکرّمات کی امید دلاتا ہے اور ان سے روگردانی کی صورت میں برے انجام سے دہشت دلاتا ہے، اگر معاشرے کے افراد کے دلوں میں اللہ کا خوف مستحضر رہے تو وہ بہت سی برائیوں سے دامن کش رہیں گے، حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک منچلی خوبصورت اور بااقتدار عورت نے معصیت پر ابھارا، ان کے ہیجان کو برانگیختہ کرنا چاہا۔ دعوت تو تھی ہی، بالکل اٹھتی ہوئی جوانی، غرض کہ معصیت میں گرفتار ہونے کے تمام اسباب متوفر تھے، مگر یہی وہ برہان تھا جس نے انہیں اس معصیت سے دور رکھا اور وہ’’معاذ اللہ‘‘ پکار اٹھے، انہوں نے قید وبند کی صعوبتیں جھیلنا گوارا کر لیا مگر اس دعوتِ

معصیت پر لبیک نہیں کہا۔

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِيٓ إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾

''یوسف نے دعا کی کہ پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے۔ اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا'' [یوسف:۳۳]

ایک حدیث ہے کہ:

''سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ يومَ القِيَامَةِ فى ظِلِّهِ، يَومَ لا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ :إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ فِيْ خَلاءٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلٰى نَفْسِهَا، قَالَ :إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فأَخْفَاهَا حتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ ما صَنَعَتْ يَمِيْنُهُ''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے نیچے سایہ دے گا جبکہ اس کے عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ عادل حاکم، نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں جوانی پائی، ایسا شخص جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے، وہ دو آدمی جو اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، وہ شخص جسے کسی بلند مرتبہ اور خوبصورت عورت نے اپنی طرف بلایا اور اس نے جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جس نے اتنا پوشیدہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ دائیں نے کتنا اور کیا صدقہ کیا ہے'' [صحيح البخاری:٦٨٠٦،صحيح مسلم:١٠٣١]

میدان حشر میں جب سورج لوگوں کے سروں پر ہوگا، لوگ نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گے اور وہاں عرش الٰہی کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، سات قسم کے لوگ اس سایہ سے بہرہ ور ہوں گے، ان میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جس کو جاہ واقتدار اور حسن وجمال کی مالک کسی عورت نے برائی پر اکسایا ہو مگر اس نے اللہ کے خوف سے اس دعوت کو رد کر دیا ہو۔

۲۔ ستر کی حفاظت

اسلام عریانی برہنگی اور ننگا پن کو سخت ناپسند کرتا ہے، وہ تو طہارت ونظافت کا حکم دیتا ہے، وہ ستر کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ مرد وعورت دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لیے صنفی کشش پائی جاتی ہے، وہ اس معاملے میں اتنا حساس ہے کہ آدمی کا تنہائی میں بھی برہنہ رہنا وہ ناپسند کرتا ہے۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ :قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ :"عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قَالَ :قُلْتُ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ؟ قَالَ :إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا قَالَ :قُلْتُ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ:اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ"

حضرت بہز بن حکیم کے جدامجد روایت کرتے ہیں کہ: میں نے کہا اے اللہ کے رسول: ''ہم اپنی ستر پوشی کہاں کریں اور کہاں نہ کریں: آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی شرم گاہ کو کسی کے سامنے نہ کھلنے دو، سوائے اپنی بیوی اور باندی کے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! جب لوگ باہم ملے جلے ہوں اور آدمی ستر پر پوری طرح قادر نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: جہاں تک ممکن ہو کوشش کرو کہ کوئی شخص تمہارے قابل ستر مقامات کو دیکھنے نہ پائے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! جب کوئی شخص تنہا ہو تو کیا کوئی شخص اس وقت بھی برہنہ نہیں ہوسکتا؟ آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے''۔[سنن ابی داؤد: ٤٠١٧، حسن]

اسی معنیٰ کی ایک دوسری حدیث پر بھی غور فرمائیں:

عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ:"دَخَلَ نِسْوَةٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ :مِمَّنْ أَنْتُنَّ قُلْنَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ قَالَتْ :لَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُورَةِ الَّتِي تَدْخُلُ نِسَاؤُهَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ:نَعَمْ قَالَتْ:أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَا مِنَ امْرَأَةٍ تَخْلَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِهَا إِلَّا هَتَكَتْ، مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى"

ابوالملیح کہتے ہیں: ''اہل شام کی کچھ عورتیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں تو انہوں نے ان سے پوچھا: تم کہاں کی ہو؟ ان سب نے کہا: ہم اہل شام سے تعلق رکھتی ہیں، یہ سن کر وہ بولیں: شاید تم اس علاقہ کی ہو جہاں کی عورتیں بھی غسل خانوں میں داخل ہوتی ہیں، ان سب نے کہا: ہاں، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: جو بھی عورت اپنے کپڑے اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور اتارتی ہے تو وہ اپنے پردے کو جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے پھاڑ دیتی ہے'' [سنن ابی داؤد: ٤٠١٠، صحیح، سنن الترمذی: ٢٨٠٣، سنن ابن ماجه: ٣٧٥٠]

اعضاء ستر کا چھپانا یہ انسان کی فطرت وجبلت میں داخل ہے اور اس کو ننگا نا کرنا اس کی سرشت ہے، جبکہ شیطان رجیم کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ مرد وعورت زیادہ عریاں ہوکر ایک دوسرے کے سامنے آئیں، اسی ابلیس نے جب فریب

ودجل دے کر اور بہکا کر حضرت آدم وحوا کو ایک مخصوص قسم کا پھل کھانے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے پھل کھا لیا اور ان کے اعضاء ستر کھل گئے تو اسی فطری جذبہ کے تحت انہوں نے جنت کے پتوں سے ان اعضاء کو ڈھکنے کی کوشش کی تھی۔

﴿فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾

''غرض (مردود نے) دھوکہ دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا جب انہوں نے اس درخت (کے پھل) کو کھا لیا تو ان کی ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے توڑ توڑ کر اپنے اوپر چپکانے لگے اور (ستر چھپانے لگے) تب ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت (کے پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور جتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے'' [سورۃالأعراف:۲۲]

آج فیشن اور نیو ماڈل کے نام پر عریاں کپڑے، ننگے لباس دکانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں، اور ان کپڑوں کو خریدنے میں انسان سبقت کر رہا ہے، آج لڑکیاں ایسے کپڑوں کا استعمال کر رہی ہے کہ جس سے جسم کے نشیب وفراز ایک کیلومیٹر دور سے ہی جوانوں کو دعوت نظارہ دے رہی ہیں، افسوس کا مقام ہے کہ تجدد کے نام پر اور فرسودہ خیال ودقیانوسی کا طعنہ دے کر مسلمانوں کو یرغمال کر رہے ہیں، اور چپکے سے مع عیاری کے اپنی دکان چمکا رہے ہیں، لیکن یہ بات سلیقے سے بھی سمجھاؤ تو انہیں سمجھ میں نہیں آتی، ان کٹے پھٹے نصف کھلے ہوئے کپڑوں کے استعمال کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے بدکاری اور زناکاری کے فروغ میں۔

۳۔ تجرد کا خاتمہ اور نکاح میں جلدی

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ معاشرہ کا کوئی بھی فرد جہاں تک ممکن ہو غیر شادی شدہ نہ رہے، تاکہ وہ جنسی تسکین کے لیے کوئی غیر شرعی وحرام وناجائز طریقے اختیار کرنے پر مجبور نہ ہو، وہ سرپرستوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے زیردستوں کے نکاح کا اہتمام کریں۔

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

''تم میں سے جو مرد عورت بین نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے'' [النور:۳۲]

محترم قارئین! یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھئے کہ شادی کے فوائد بہت ہیں، یہ معاشرہ کی تطہیر کا بڑا سبب ہے، شادی

جسمانی،نفسیاتی،معاشی،قومی وملی اور دینی تقاضا ہیں،شادی کے بغیر انسان کا ایمان وتقویٰ مکمل نہیں ہوسکتا ہے، آج معاشرہ میں زنا وبدکاری کی جو آگ لگی ہوئی ہے وہ دراصل جوانوں کی شادی کرنے یا کرانے میں تاخیر کی وجہ سے ہے، عمر کے اس مرحلے یا حصے میں نکاح کے بغیر سکون واطمینان کا تصور ہی نہیں، آج نوجوان پریشان ہیں، بہت سارے نوجوان مشت زنی جیسی قبیح حرکت میں ملوث ہیں۔

ہمارے گاؤں، گھر اور سماج وسوسائٹی میں جو رسم ہے کہ پچیس کے عمر سے پہلے شادی نہیں کرائیں گے، یا بہن کی موجودگی میں بھائی کی شادی کیسے کرائیں یہ رسم انتہائی غلط ہے، بلکہ جوانوں پر ظلم ہے، **هداهم الله جميعا**.

محترم قارئین! ہر کس وناکس بنیادی طور پر تین طرح کی خواہشات رکھتا ہے،کھانے کی خواہش، پینے کی خواہش، اور جنس (sex) کی خواہش،کوئی بھی انسان ہو چاہے وہ دہریہ ہو،علمانیہ،وجودیہ،وضعیہ،شیوعیہ،دارونیہ،سمنیہ، یا طبائعون،یا سیکولر یا اس کا کسی مذہب سے تعلق ہو بحیثیت انسان اس کے اندران فطری خواہشات کا پایا جانا لازمی ہے، جنس کے تعلق سے مختلف رویئے اختیار کئے گئے ہیں، کچھ لوگوں نے جنسی خواہش کو دبانے اور کچلنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے یہ تصور پیش کیا کہ جنسی خواہش کو دبا کر ہی انسان کی نجات ممکن ہے،تبھی اسے نروان حاصل ہوسکتا ہے اور وہ کامیابی کے مدارج طے کرسکتا ہے، یہ تصور عیسائیت میں راہبوں اور ہندومت میں جوگیوں کے یہاں ملتا ہے، چنانچہ انہوں نے جنسی تعلق کو ایک قابل نفرت چیز سمجھا اور شادی بیاہ کے بکھیڑوں میں پڑنے سے گریز کیا،انہوں نے جنگلوں اور بیابانوں کی راہ لی،اور وہاں کٹیا بنا کر تنہائی کی زندگی گزارنے لگے،اسی طرح ان مذاہب میں ان لوگوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا گیا جو غیر شادی شدہ رہتے ہوئے پوری زندگی گزار دیں، چنانچہ چرچوں اور مندروں میں اعلیٰ مناصب سے نوازا گیا،لیکن انسانی فطرت کو دبا کر اور بس سے جنگ کرکے زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ چرچ سے وابستہ پادری اور مندروں کے پجاری بارہا بدکاری میں ملوث پائے گئے ہیں، ابھی کچھ سال قبل اس طرح کے واقعات خود ہندوستان میں وقوع پذیر ہوچکے ہیں،جن سے ان کے ان پاکیزہ مراکز کی پامالی ہوئی ہیں، اس کے بالمقابل کچھ لوگوں نے جنس کے معاملے میں ہر طرح کی آزادی وحریت ''اپنا جسم اپنی مرضی'' کی وکالت کی ہے،ان کا کہنا ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اس لیے اس کو یہ حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کرلے،خواہ اس کے لیے وہ کتنا ہی گھناؤنا وغیر فطری طریقہ کیوں نہ اختیار کرے، چنانچہ جنس کو قانونی تحفظ فراہم کیا گیا اور مرد کو مرد کے ذریعہ اور عورت کو عورت کے ذریعہ جنسی تسکین حاصل کرنے کا حق دیا گیا جن لوگوں نے یہ غیر فطری طریقہ نہیں اختیار کیا انہوں نے بھی نکاح کرنے اور خاندان تشکیل دینے کو فرسودہ قرار دیا،اور بہتری اس میں سمجھی کہ کوئی

مرد اور عورت جب تک چاہیں ساتھ رہیں، اور جب چاہیں الگ ہوکر اپنی اپنی راہ لیں، کھلی چھوٹ دی گئی کہ وہ باہم رضامندی سے جب چاہیں جنسی تعلق قائم کرلیں، صرف زورزبردستی کو قانوناً جرم قرار دیا گیا، یہ تصور پیش کیا گیا کہ ہر انسان اپنے جسم کا مالک ہے وہ اپنے جس عضو کو چاہے چھپائے اور جس کو چاہے کھلا رکھے، اس طرح اس کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے اعضائے جسم سے جیسا چاہے کام لے، چنانچہ عورتوں کے رحم (uterus) کرائے پر ملنے لگے کہ کوئی بھی مرد اس میں اپنا نطفہ داخل کرواکے بچہ حاصل کرسکتا ہے، اسی طرح مرد کے نطفے (sperm) کی بھی تجارت ہونے لگی اور اس کے بینک قائم ہوگئے، ان چیزوں نے بہت بڑی انڈسٹری کی صورت اختیار کرلی، جس میں کروڑوں اربوں روپئے کا سرمایہ لگا ہوا ہے، اس بے مہار آزادی نے انسانی سماج کو جانوروں کے باڑوں میں تبدیل کردیا۔ واللہ المستعان

یہ سب زمینی حقائق ہیں، انہیں جاننا انتہائی ضروری ہے، آج مسلم امہ کو شادی کے معاملے میں انتہائی حساسیت کا مظاہرہ کرنا ہوگا ورنہ جوانوں کی جوانیاں برباد ہوکر زنا بالجبر، لواطت، آتشک اور سوزاک وغیرہ جیسی بیماریاں انہیں جکڑلیں گی۔

۴۔ فحاشی کی عدم اشاعت:

اسلام اجتماعی ماحول کو اس حد تک پاک وصاف رکھنا چاہتا ہے کہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ معاشرہ میں برے خیالات لوگوں کی زبانوں پر آئیں اور ان کی اشاعت ہو، عہدِ جاہلیت میں شعراء اپنے کلام میں اپنے صنفی میلانات کو بیان کرتے تھے اور اسے بلا جھجک بھری محفلوں میں پیش کرتے تھے، اسلام نے اس چیز کو سخت ناپسند کیا اور ایسا کرنے والوں کو وعید سنائی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

''جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے'' [النور:۱۹]

محترم قارئین: اسلام اس معاملے میں اتنا حساس ہے کہ وہ اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ بیوی اپنے شوہر کے سامنے کسی دوسری عورت کی صنفی خصوصیات کو بیان کرے یا شوہر دوسروں کے سامنے اپنی بیوی کے محاسن کو آشکارا کرے، اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا''

’’ کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ اس طرح نہ لپٹے کہ بعد میں وہ اپنے شوہر سے اس کے جسمانی محاسن کو اس طرح بیان کرنے لگے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے‘‘[سنن ابی داؤد: ۲۱۵۰، صحیح]

قیامت کے دن بدترین ٹھکانہ اس شخص کا ہوگا جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے پھر اس کے راز کو آشکارا کردے۔

۵۔ حدود وتعزیرات کی تنفیذ

اسلام معاشرہ کی تطہیر کے لیے انتہائی تدبیر یہ اختیار کرتا ہے کہ جو لوگ اس میں آوارگی پھیلانے اور اس کی شفافیت کو گدلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے لیے وہ دردناک سزا تجویز کرتا ہے۔ مدینہ طیبہ میں منافقین وفاسقین اپنی بدطینی کی بنا پر فتنہ پردازی میں مشغول تھے، انہیں دھمکی دی گئی کہ اگر وہ اپنی اس روش بد سے باز نہ آئے تو اس کی سخت سزا سے دوچار ہوں گے۔

﴿لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا﴾

’’اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کردیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے‘‘[الأحزاب: ٦٠]

یعنی اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ جو مدینہ منورہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمہیں کھڑا کردیں گے، پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے، ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھار ہوگی، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔

جنسی تسکین کا جائز ذریعہ موجود ہونے کے باوجود جو شخص ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے، وہ اس قابل نہیں کہ کسی پاکیزہ معاشرے کا فرد بن کر رہ سکے، اس لیے اسلام ایسے افراد کے لیے سخت سزا تجویز کرتا ہے اور ان ناپاک عناصر سے معاشرہ کو پاک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

’’زناکار عورت ومرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز

ترس نہ کھانا چاہیے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے'' [النور:۲]

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو۔

یہ حکم غیر شادی شدہ کے لیے ہے، اگر کوئی شخص شادی کے بعد اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسلام میں اس کی سزا رجم ہے، یعنی ایسے مرد و عورت کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔

اسلام کی نظر میں ایک شریف عورت کی عصمت اتنی محترم ہے کہ اگر کوئی شخص اس پر زنا کی جھوٹی تہمت لگاتا ہے تو وہ اسے بھی سخت سزا کا مستحق قرار دیتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہ فاسق لوگ ہیں'' [النور:٤]

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمتیں لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔

۶۔ والدین کی ذمہ داری:

یہ فتنے کا دور ہے، چوطرفہ فتنہ وفساد کے تمام وسائل پھیلے ہوئے ہیں، موبائل، انٹرنیٹ، فیس بک، انسٹاگرام، اسنیپ چیٹ، گوگل اور یوٹیوب کی مصیبتیں سر چڑھ کر بول رہی ہیں، چوری کے حادثات جب کثرت سے وقوع پذیر ہوتے ہیں تو سیکورٹی فورس میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، نگرانی ومراقبہ کا عمل تیز تر ہو جاتا ہے اور ہمہ وقت چوکنا رہا جاتا ہے، لہٰذا اس زمانے میں آپ کو اپنے اولاد کی صرف دنیاوی ومادی فکر نہیں بلکہ اخروی فکر زیادہ کرنا ہوگا، آپ ہی معاشرے کو پاک صاف کریں گے، زنا کاری اور لومیریج کے جتنے چور دروازے ہیں سب کو بند کرنا ہوگا، وقت پر شادی کرانی ہوں گی، اس لیے کہ بھوک لگنے کے بعد بہت جلد بھوک کو مٹانے کے لیے طعام وشراب کی جستجو ہوتی ہے، چاہے بھوک حرام طریقے سے مٹائی جائے یا جائز اور ممدوح طریقے سے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو ظاہری وباطنی دونوں طریقہ سے پاکیزہ بنائے۔ آمین

(تیسری اور آخری قسط)

آزمائش: رحمت یا زحمت

عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

''اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجائیں'' [الأعراف:١٦٨]

اس آیت کریمہ سے دو باتیں بہت صاف صاف معلوم ہو رہی ہیں ایک یہ کہ آزمائش انسانی زندگی کا خاصہ ہے، یہ اللہ کی سنت جاریہ ہے، خوش حالی بھی آزمائش ہے اور بدحالی بھی آزمائش ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کا مقصد بندوں کی خیر خواہی اور تنبیہ ہے تاکہ وہ اللہ کی طرف واپس آجائیں، یہ رحمت کا اثر ہے، زحمت نہیں ہے۔

محترم قارئین! آزمائش اور تکلیف رحمت ہے، زحمت نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام پر خاص طور سے اولوالعزم رسولوں پر بہت زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں نازل ہوئیں، اور ان کو زندگی بھر پریشان رہنا پڑا، اللہ تعالیٰ نے پانچ انبیاء کرام علیہم السلام کو اولوالعزم کا خطاب دیا ہے، کیونکہ ان پر پریشانی اور دکھ و تکلیف سب سے زیادہ نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کرام کے عظیم صبر کی طرح صبر کرنے کی تلقین فرمائی:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾

''پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا'' [الاحقاف:٣٥]

دراصل بات یہ ہے کہ بہترین انسان مشکل حالات میں ہی پرورش پاتے ہیں، مشکلیں اور مشقتیں انسان کو مضبوط بناتی ہیں، جفاکش قومیں ہی مضبوط اعصاب، پختہ ارادوں اور آہنی عزم وہمت کی مالک ہوتی ہیں، اور عیش وآرام انسان کو بزدل بناتے ہیں، ارادے کمزور ہو جاتے ہیں، سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتا ہے۔ انبیاء کرام اور اہل ایمان کے ساتھ خصوصاً رب کا کرم ہوتا ہے کہ وہ انہیں بقدر ایمان آزماتا ہے اور ہر حال میں آزماتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾

''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے'' [البقرة:١٥٥]

یہ آزمائشیں، تکلیفیں اور محرومیاں دراصل سراپا خیر ہیں، گناہوں کی مغفرت، درجات کی بلندی، رب سے التجائیں اور رات کی تنہائی میں رب سے سرگوشیاں، رب کی طرف بار بار رجوع کرنا اور اللہ کی عظمت، قوت، حفاظت میں پناہ لینے کی چاہت اور سدا رب سے امیدیں کرنا، دعائیں کرنا، رو رو کر اپنی عاجزی، کمزوری، بے بسی کا اظہار کر کے اپنی عبدیت میں کمال کا حصول اور اپنی اوقات میں رہنا، کبر وغرور سے نجات اور دل میں تواضع اور ملنساری کے جذبات، وغیرہ یہ سب عبادتیں اور فوائد درد اور دکھ کے بغیر ممکن ہی نہیں تھیں، اہل ایمان کو ان کے دکھ درد میں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ وہ صبر کرتے ہیں اور رب کے حکم پر عمل کرتے ہیں، پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

”مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ، وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ، وَلَا حُزْنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ“

”مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج وملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے“[صحيح البخاری: ٥٦٤٢]

دکھ اور تکلیف کے وقت ایمان پر قائم رہنے سے دل کو ”ہدایت“ اور ”سکون“ کا گرانقدر انعام ملتا ہے، جیسا کہ رب کا فرمان ہے:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

”کوئی مصیبت اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی، جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے“[التغابن: ١١]

لیکن اگر کوئی شخص مصیبت میں صبر نہ کرے تو اس کے لیے تکلیفیں ہر اعتبار سے نقصان دہ ہیں، بے صبری، شور شرابہ، جزع فزع، ہنگامہ آرائی سے پریشانیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، رب کی مدد نازل نہیں ہوتی ہے، شیطان قریب آ جاتا ہے، دل میں بدگمانی آنے لگتی ہے اور انسان رب سے مزید دور ہو جاتا ہے، لوگوں میں عزت ووقار میں کمی آ جاتی ہے، شکوہ شکایت کرنے والے بیوقوف اور بے وقعت ہوتے ہیں، اس لیے صبر ہی بہترین زندگی کا راز ہے۔

محترم قارئین! صبر کے فضائل وفوائد بے شمار ہیں لیکن چند فوائد وثمرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ آپ کے لیے صبر کرنا آسان ہو جائے، اور ذہنی اور قلبی طور پر آپ ایک مومن کی طرح صبر کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں، اور پریشانی کے سمندر سے اپنے دامن عبدیت کو مغفرت اور رفع درجات سے بھر لیں لیکن دو باتیں یاد رکھیں:

١۔ صبر ایک عبادت ہے آپ اللہ کی رضا کے لیے رب کا حکم سمجھ کر صبر کریں، یقیناً صبر کرنا پر مشقت کام ہے، لیکن

اخلاص کی برکت سے صبر آسان ہوجاتا ہے،اللہ تعالیٰ نے رب کی رضاوخوشی کے لیے صبر کرنے کی تعلیم دی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ﴾

''اور وہ اپنے رب کی رضامندی کی طلب کے لیے صبر کرتے ہیں''[الرعد:٢٢]

٢۔ صبر قوت وطاقت ہے کمزوری نہیں ہے،صبر بہادری ہے بزدلی نہیں ہے،یہ انبیاء کرام کا راستہ ہے،کامیابی کا راستہ ہے،رب کی مدد اور محبت ومعیت حاصل ہوتی ہے،یہ مجبوری نہیں بلکہ شرعی اور قرآنی راستہ ہے،صبر کے فوائد وثمرات کو یادرکھیں اور دل کی خوشی کے ساتھ صبر کو اپنائیں۔

صبر کے چند اہم فوائد وثمرات:

١۔ بشارت وخوش خبری:﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾

''اوران صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے''[البقرة:١٥٥]

٢۔ آخرت میں بے حساب اجر وثواب: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے''[الزمر:١٠]

٣۔ اللہ کی محبت ملتی ہے: ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾

''اوراللہ صبر کرنے والوں کو(ہی) چاہتا ہے''[آل عمران:١٤٦]

٤۔اللہ کی نصرت اور معیت:﴿وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

''اوراللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''[البقرة:٢٤٩]

٥۔ جنت اور ریشمی لباس:﴿وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا﴾

''اورانہیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطافرمائے''[الإنسان:١٢]

محترم قارئین! جب بھی تکلیفیں آئیں تو ہمیں صبر کرنا چاہیے،یہی ہمارے لیے بہتر ہے،اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے،رب کی رحمت اور مغفرت ملتی ہے جیسا کہ رب کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

''اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا،نہایت مہربان ہے''[النساء:٢٥]

اللہ ہم سب کو انبیاء کرام اور اہلِ ایمان کی طرح صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے،اور ہر مخلوق کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے۔آمین

سلام کے فضائل و محاسن

ابوالبیان رفعت سلفی

اس دار فانی میں رہنے والا ہر انسان اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ میں اللہ کی طرف سے ملنے والے امن اور سلامتی کا محتاج ہے، اس کے بغیر انسان کی زندگی خواہ دنیاوی ہو یا اخروی کسی عذاب سے کم نہیں، کیونکہ حقیقی معنوں میں امن وسلامتی عطا کرنے والی ذات صرف اور صرف اللہ رب العالمین ہی کی ذات ہے، اسی وجہ سے اللہ کے اسماء حسنیٰ میں ''المؤمن'' اور ''السلام'' بھی شامل ہیں، اور اس کائنات کے انسانوں میں پوری انسانیت کے لیے امن وسلامتی والے لوگ بالخصوص اللہ کے مومن بندے ہی ہیں، جو پوری انسانیت کو اپنے قول وکردار اور گفتار سے اسلام کے امن وشانتی اور اخوت وہمدردی کا پیغام ہر وقت بانٹتے رہتے ہیں، جیسا کہ محمد عربی رسول رحمت ﷺ نے مومنوں کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ ہوں، اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان ومال کے بارے میں اطمینان رکھیں'' [سنن نسائی:٤٩٩٥ قال الالبانی صحیح]

رحمۃ للعالمین محمد عربی ﷺ نے اپنے ماننے والے جملہ اہل اسلام کو اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب وہ ایک دوسرے کو ملیں تو آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کریں مگر اس کے باوجود مسلم اکثریت دن بدن سلام جیسی عظیم سنت سے دور ہوتی جارہی ہے اور دور حاضر میں اکثر مسلمان صرف اور صرف اپنے جان پہچان والے ہی کو سلام کرتے ہیں، جسے محمد رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانی قرار دیا ہے، اس لیے میں نے اپنے اس مختصر سے مضمون میں سلام کے فضائل ومحاسن سے متعلق چند باتوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ جو مسلمان سلام کرنے کو اپنے اوپر ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور آپس میں سلام کرنے سے بدکتے ہیں، یا کسی کو سلام کرنے میں اپنی حقارت اور توہین سمجھتے ہیں، وہ اس مضمون کے ذریعہ سلام کی اہمیت وفضیلت اور اس کے مقام کو سمجھ کر سلام جیسے عظیم الشان تحفہء محبت کو مسلم سماج ومعاشرہ میں عام کرنے والے بن سکیں۔

سلام کا لغوی معنیٰ: سلام عربی لغت میں مصدر ہے ''سلم'' سے جو ناپسندیدہ چیزوں سے امان اور نجات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: ''سلم من الامر فلان'' ''فلاں شخص معاملہ سے نجات پا گیا'' [معجم مقاییس اللغۃ: ج:٣، ص:٦٨، ابن فارس]

سلام کا شرعی معنیٰ: شریعت میں سلام ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ عیوب سے برات کا معامہ مراد لیا جاتا ہے۔

[بدائع الفوائد لابن قيم الجوزية: ج:٢، ص:٩٩،ط عالم الفوائد]

اسی طرح کلمہء سلام تحیہ کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ اسلام کا تحیہ، اہل جنت کا تحیہ۔

جب کوئی مسلمان شخص لوگوں سے ملاقات کرتا ہے یا انہیں الوداع کہتا ہے تو کہتا ہے ”السلام علیکم“، جس کا معنیٰ ہوتا ہے، اے میرے بھائی تمہارے لیے میری طرف سے سلامتی ہے، اس کے بعد سلام کیا جانے والا شخص بھی اپنے سلام کرنے والے بھائی کے لیے ”وعلیکم السلام“ کہتا ہے۔

اور جب علیہ السلام کہا جاتا ہے تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے کہ فلاں شخص پر اللہ کی رحمت وسلامتی ہو۔

اسی طرح سلام اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِى لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ﴾ ”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، نہایت پاک ہے، سب عیبوں سے صاف ہے“ [سورة الحشر:٢٣]

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ رب العالمین نے اپنے آپ کو ”سلام“ کہا ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ مخلوقات کے اندر جو عیوب ونقائص پائے جاتے ہیں اللہ کی ذات ان تمام طرح کے عیوب ونقائص سے بالکل پاک ہے۔

سلام کے صیغے: **السلام علیکم ،ورحمة اللّٰه، وبرکاته.**

سلام کے مذکورہ صیغوں میں سے ہر ایک صیغہ پر دس نیکی ملتی ہے۔ دلیل:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ ”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُونَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ ثَلَاثُونَ“

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: ”ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے ”السلام علیکم“ کہا، آپ نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو دس نیکیاں ملیں پھر ایک اور شخص آیا، اس نے ”السلام علیکم ورحمة الله“ کہا، آپ نے اسے جواب دیا، پھر وہ شخص بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اس کو بیس نیکیاں ملیں پھر ایک اور شخص آیا اس نے ”السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہٗ“ کہا، آپ نے اسے بھی جواب دیا، پھر وہ بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اسے تیس نیکیاں ملیں“ [سنن ابی داؤد:٥١٩٥،قال الالبانی صحیح]

سلام کی تاریخ: سب سے پہلے سلام آدم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرشتوں کو کیا۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰی صُورَتِهِ، طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا، فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی أُولٰئِکَ، النَّفَرِ مِنَ المَلَائِکَةِ، جُلُوسٌ، فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّونَکَ، فَإِنَّهَا تَحِیَّتُکَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِکَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَیْکُمْ، فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَکُلُّ مَنْ یَدْخُلُ الجَنَّةَ عَلٰی صُورَةِ آدَمَ، فَلَمْ یَزَلِ الخَلْقُ یَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّی الآنَ"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ جب انہیں پیدا کر چکا تو فرمایا کہ جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: السلام علیکم! فرشتوں نے جواب دیا، السلام علیک ورحمۃ اللہ، انہوں نے آدم کے سلام پر ورحمۃ اللہ بڑھا دیا۔ پس جو شخص بھی جنت میں جائے گا آدم علیہ السلام کی صورت کے مطابق ہو کر جائے گا۔ اس کے بعد سے پھر خلقت کا قد و قامت کم ہوتا گیا، اب تک ایسا ہی ہوتا رہا" [صحیح بخاری: ٦٢٢٧]

سلام کے فضائل وفوائد:

۱۔ سلام اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ﴾

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے نہایت پاک ہے، سب عیبوں سے صاف ہے" [الحشر: ٢٣]

۲۔ سلام کرنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّهُ کَانَ إِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا، حَتَّی تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتَی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ، سَلَّمَ عَلَیْهِمْ ثَلَاثًا"

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: "جب آپ ﷺ کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار لوٹاتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔ اور جب کچھ لوگوں کے پاس آپ ﷺ تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے" [صحیح بخاری: ٩٥]

۳۔ سلام اسلام کی عمدہ تعلیمات میں سے ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَیُّ الإِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ"

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا کہ:"تم کھانا کھلاؤ، اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی سلام کرو"[صحیح البخاری:۱۲]

۴۔سلام کرنا مسلمانوں کے باہمی حقوق میں سے ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلٰى اَخِيهِ رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"پانچ حق ہیں مسلمان کے اس کے مسلمان بھائی پر۔سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے کا جواب دینا اور دعوت قبول کرنا اور بیمار کی خبر گیری کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا"۔[صحیح مسلم:۲۱۶۲]

۵۔سلام کرنا دخولِ جنت کے اسباب میں سے ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ:"لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَقِيلَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِاَنْظُرَ إِلَيْهِ فَلَمَّا اسْتَثْبَتُّ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، وَكَانَ اَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ اَنْ قَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ"

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:"رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑے، اور کہنے لگے: اللہ کے رسول آ گئے، اللہ کے رسول آ گئے، اللہ کے رسول آ گئے، چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تاکہ آپ کو دیکھوں، پھر جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اچھی طرح دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا، اور سب سے پہلی بات جو آپ نے کہی وہ یہ تھی لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو، تم لوگ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگے"[سنن ترمذی:۲٤٨٥،قال الالبانی صحیح]

۶۔سلام مسلمانوں کے درمیان محبت پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تم بہشت میں نہ جاؤ گے۔ جب تک ایمان نہ

لاؤ گے اور ایماندار نہ بنو گے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھو گے اور میں تم کو وہ چیز نہ بتلا دوں جب تم اس کو کرو تو تم آپس میں محبت کرنے لگو، سلام کو آپس میں عام کرو" [صحیح مسلم :٥٤]

۷۔ سلام کر کے گھر میں داخل ہونے والے کو اللہ کی طرف سے خصوصی سلامتی ملتی ہے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِیًا فِی سَبِیلِ اللّٰهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰهِ حَتَّی یَتَوَفَّاهُ، فَیُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ یَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِیمَةٍ، وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَی الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰهِ حَتَّی یَتَوَفَّاهُ، فَیُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ یَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِیمَةٍ، وَرَجُلٌ دَخَلَ بَیْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ"

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین قسم کے افراد ایسے ہیں جن کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے: ایک وہ جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلے، اللہ اس کا ضامن ہے یا اسے وفات دے کر جنت میں داخل کرے گا، یا اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے گا، دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف چلا، اللہ اس کا ضامن ہے یا اسے وفات دے کر جنت میں داخل کرے گا، یا اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے گا، تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہوا، اللہ اس کا بھی ضامن ہے" [سنن ابی داؤد:٢٤٩٤،قال الالبانی صحیح]

مذکورہ روایت میں رسول اللہ ﷺ نے تین ایسے خوش نصیب بندوں کا ذکر کیا ہے، جن کی حفاظت کی اللہ نے ذمہ داری لی ہے، انہی تین خوش نصیب بندوں میں سے تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہوتا ہے۔

نوٹ: دور حاضر میں ہمارے گھروں میں فتنوں کے داخل ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ لوگ گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے گھر والوں کو سلام نہیں کرتے۔

۸۔ سلام ایک ساتھ تیس نیکیوں کے کمانے کا بالکل آسان ذریعہ ہے۔

اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ چند سیکنڈ میں تیس نیکیاں کمالے اور کسی بھائی کو سلامی رحمت و برکت کی دعا بھی دے دے تو اسے چاہیے کہ سلام کرتے وہ تینوں صیغوں کا استعمال کرے۔ دلیل:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَیْكُمْ، فَرَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ عَلَیْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُونَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَیْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ ثَلَاثُونَ"

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: "ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے "السلام علیکم"

کہا، آپ نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو دس نیکیاں ملیں پھر ایک اور شخص آیا، اس نے "**السلام علیکم ورحمۃ اللہ**" کہا، آپ نے اسے جواب دیا، پھر وہ شخص بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اس کو بیس نیکیاں ملیں پھر ایک اور شخص آیا اس نے "**السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ**" کہا، آپ نے اسے بھی جواب دیا، پھر وہ بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اسے تیس نیکیاں ملیں" [سنن ابی داؤد:٥١٩٥ ،قال الالبانی صحیح]

۹۔ جنت میں فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے۔

﴿**وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ**﴾

"ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے داخل ہوں گے کہیں گے تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس دار آخرت کا" [سورۃ الرعد:٢٣-٢٤]

۱۰۔ جنت میں جنتی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔

﴿**لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا**﴾

"وہاں وہ لوگ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے، ان کے لیے وہاں صبح و شام ان کا رزق ہوگا" [سورہ مریم :٦٢]

۱۱۔ جنت میں اللہ کی طرف سے جنتیوں کو سلام کہا جائے گا۔

﴿**سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ**﴾ "مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا" [سورہ یاسین :٥٧]

علامہ قشیری رحمہ اللہ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

۱۔ چونکہ جنتی جنت میں اللہ کا کلام وسلام ڈائریکٹ بلا کسی واسطہ کے سنیں گے اس لئے سلام کے بعد قولا کا تذکرہ کر کے اس کی مزید تاکید کر دی ہے۔ ۲۔ اللہ رب العالمین نے مذکورہ آیت کریمہ میں "من رب" کا تذکرہ کر کے اس بات کی بھر پور تاکید کر دی کہ یہ سلام کوئی عام سلام نہیں ہے جیسے کوئی سفیر وغیرہ ملاقات کے وقت سلام کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ سارے جہاں کے رب کی طرف سے سلام کہا جا رہا ہے۔ ۳۔ اللہ رب العالمین نے رب کے ساتھ رحیم کا تذکرہ اس لیے فرمادیا کہ یہ اہل جنت کے لیے رب کے دیدار کا موقع ہوگا اس وقت اللہ ان کو سلام بھی کہے گا اپنی طرف سے تاکہ نعمت کی تکمیل ہو جائے۔ ۴۔ اللہ رب العالمین جنتیوں کو اپنا دیدار کراتے وقت سلام کرتے وقت اپنی رحمت کا تذکرہ اس لیے کیا ہے تاکہ دیدار کے وقت جنتیوں کو خوف ودہشت وحیرانی لاحق نہ ہو۔ [تفسیر القشیری: ج: ٣، ص:٢٢٢]

دعا ہے کہ رب کریم ہم تمام مسلمانوں کو اپنے درمیان سلام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قوتِ بیان کا صحیح استعمال کریں

عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالیَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"

ترجمہ: "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے خیر و بھلائی کی بات کہنا چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے" [صحیح البخاری:٦٤٧٥،صحیح مسلم:٤٧]

تشریح: اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور ہر نعمت اپنی مثال آپ ہے، انسان اللہ کی نعمتوں کو شمار ہی نہیں کرسکتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

"اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کر سکتے" [النحل:١٨]

انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت قوت بیان بھی ہے، جن سے انسان اپنے دل اور دماغ کے افکار و خیالات کو ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن میں یوں کیا ہے:

﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ. عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾

"اسی (رحمٰن) نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا" [الرحمٰن:٣-٤]

یہ ایک بڑی خوبی اور کمال ہے اور لائقِ تعریف صفت ہے، ہر مخلوق کو گفتگو، حسنِ تکلم اور قوتِ بیان عطا نہیں کیا گیا ہے، گفتگو کرنا، بات کرنا اور اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنا یہ اللہ اور فرشتوں اور انس وجن کی خوبی ہے، لہٰذا ہمیں اس پر اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور زبان کا درست استعمال کرنا چاہیے، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں رہنمائی کی گئی ہے۔

زبان سے نکلنے والے کلمات بہت زوداثر ہوتے ہیں، یہ آپ کی تکریم کا سبب بنتے ہیں اور انہی کلمات سے آپ کی دنیا وآخرت دونوں برباد بھی ہوسکتی ہے، آپ کی نیکیاں ضائع ہوسکتی ہیں، بلکہ ایمان بھی ضائع ہوسکتا ہے، لہٰذا عقل مندی اور سمجھ داری اسی میں ہے کہ ہم اس کا درست استعمال سیکھ لیں۔

پیارے نبی ﷺ نے اس حدیث میں صرف خیر و بھلائی کی گفتگو کی اجازت دی ہے، کیونکہ اس میں بے شمار خیر موجود ہے جیسے کوئی شخص کسی کو اسلام کی دعوت دے اور توحید وسنت کی تعلیم دے تو اس سے بہتر کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی

ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللّٰهِ﴾

''اوراس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے'' [فصلت :۳۳]

ایک بندہ سبحان اللہ اور الحمدللہ کہے تو اس کا ثواب میزان کو بھر دیتا ہے۔اور ایک شخص اپنے والدین کے ساتھ نرم گفتگو کرے تو رب العزت کے حکم کی تعمیل اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا زبان کو روک کر رکھیں، مختصر گفتگو کریں، بولنے سے پہلے الفاظ اور لہجے کو جانچ لیں اور صرف بھلی باتیں کریں، اور غصہ کی حالت میں بالکل خاموش ہو جائیں، بغیر علم کے کسی کے بارے میں کوئی بھی رائے نہ دیں۔ خاموشی میں ہی نجات ہے، کتنے بدنصیب ایسے ہیں جو صرف اپنے آوارہ اور بے لگام زبان کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بن جائیں گے، دنیا وآخرت کی سعادت زبان کی حفاظت میں ہے، اور جن کی زبان کنٹرول میں نہیں ہے ان کا حال ومستقبل اور آخرت سب خطرے میں ہے۔ اللہ ہم سب کو خیر بولنے اور شر سے رکنے کی قوت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فوائد:

۱۔ ایمان باللہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ آخرت پر ایمان کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

۳۔ ایمان ایک مومن کے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے۔

۴۔ ایمان کا حوالہ دے کر نصیحت کرنا اسلامی اسلوب ہے۔

۵۔ اعمال میں بندوں کو اختیار اور طاقت ہے۔

۶۔ اسلام خیر پسند ہے اور خیر کی گفتگو کا داعی بھی ہے۔

۷۔ زبان پر کنٹرول کرنا انسانی استطاعت میں ہے۔

۸۔ قوتِ گویائی اللہ کی نعمت ہے اور اسے خیر میں استعمال کرنا شکر گزاری ہے۔

۹۔ خاموشی ایک فن ہے۔

۱۰۔ خاموشی میں نجات ہے، دنیا وآخرت میں کامیابی کا اصول یہی ہے کہ خیر بولیں یا خاموش رہیں۔

☆☆☆

تصویر کی حرمت اسلام کی نظر میں

عائشہ أمة النور بنت جمیل الدین

اللہ رب العالمین کا ہم پر سب سے بڑا حق توحید یعنی ''لا الہ الا اللہ'' ہے، اور اسی حق کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا۔ اس دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جس بات سے نفرت ہے وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اللہ کا برابر کرلیا جائے، اللہ نے کچھ چیزوں کو حلال کیا ہے اور کچھ کو حرام، کچھ چیزیں اس کی نظر میں نہایت ہی پسندیدہ ہیں۔ انہی چیزوں میں سے ایک ''تصویر'' ہے جس کے اندر آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ملوث ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی مبغوض ہے، یہ ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے، گویا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور اس زمانے میں یہ عمل زیادہ بڑھ چکا ہے، میں نے اسی وجہ سے اس موضوع کا انتخاب کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والے وقت میں اس موضوع پر جب لوگ خطاب کریں تو کہہ دیا جائے کہ نہیں دین کے اندر تو یہ بات نہیں ہے! میری مراد یہ ہے کہ تصویر حرام ہے۔

تصویر اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ نفرت خیز ہے اور نفرت کا سبب کیوں ہے؟ اس سے متعلق میں حدیث کے حوالے سے گفتگو کرتی ہوں۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہیں آپ جب ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں تو انہوں نے وہاں پر دیکھا کہ عیسائیوں کی عبادت گاہوں میں مجسمے اور تصاویر موجود تھیں، جب آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ أُولٰئِکَ إِذَا کَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِيکَ الصُّوَرَ، أُولَئِکَ شِرَارُ الخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ القِيَامَةِ''

''جب ان میں کوئی نیک مرد ہوتا اور اس کی وفات ہو جاتی تو اس کی قبر کو وہ لوگ مسجد بناتے اور پھر اس میں اس کی تصویریں رکھتے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بدترین مخلوق ہوں گے'' [صحیح البخاری: ۳۸۷۳]

اب آیئے یہ جانتے ہیں کہ تصویر لینے والے کا انجام کیا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِی الدُّنْيَا کُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ''

''جوشخص دنیا میں مورت بنائے گا قیامت کے دن اس پر زور ڈالا جائے گا کہ اسے وہ زندہ بھی کرے حالانکہ وہ اسے زندہ نہیں کرسکتا'' [صحیح البخاری:٥٩٦٣]

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے مطالبہ کرے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے کیونکہ ''خلق''،'' پیدا کرنا'' اللہ تعالیٰ کا عمل ہے اور وہی ہمارا خالق ہے، جو انسان تصویر بناتا ہے گویا کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مدمقابل کھڑا کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس گناہ کو کبھی نہیں معاف کریں گے اور قیامت کے دن انہیں شدید عذاب میں مبتلا کیا جائے گا نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ''

''اللہ کے پاس قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کو سخت سے سخت تر عذاب ہوگا'' [صحیح البخاری:٥٩٥٠]

قیامت کے دن تصویر بنانے والوں سے کیا کہا جائے گا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ:أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ''

''جو لوگ یہ مورتیں بناتے ہیں انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جس کو تم نے بنایا ہے اب اس میں جان بھی ڈالو'' [صحیح البخاری:٥٩٥١]

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے تصویر کی اہانت کرنے کا حکم دیا، اس کو روند دینے کا حکم دیا۔ اسی کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے اندر ایک باب ہی قائم کیا ''**باب ما وطی من التصاویر**'' ''یعنی تصاویر کو روند دینے کا بیان''۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ، شیخ سلیمان الرحیلی حفظہ اللہ جیسے کبار اہل علم سے سوال کیا گیا کہ کیا یادگار کے لیے تصویر لینا جائز ہے؟ تو کہا کہ: نہیں، ''**کل مصور فی النار**'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ '' کہ ہر تصویر لینے والا جہنم میں ہوگا'' [صحیح مسلم:٢١١٠]

یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے جس میں آج اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ چنانچہ ہر انسان کو تصویر لینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آج موجودہ زمانے میں اگر دیکھا جائے تو فیس بک، واٹس ایپ، یوٹیوب، ٹوئٹر اور انسٹا گرام ہر جگہ چاہے مرد ہوں یا خواتین، بچے ہوں یا بوڑھے ہر کوئی اپنی تصویر اور ویڈیوز بنا کر شیئر کرتے ہیں اور لائک کرواتے ہیں، جبکہ وہ یہ

بھی نہیں سمجھتے کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے۔(اللہ اکبر)

دیکھئے ہماری بہنوں اور بھائیوں کو کہ وہ کس طرف بھاگ رہے ہیں، جس طرف دنیا جارہی ہے اس طرف ہمیں نہیں جانا ہے، کیونکہ یہ دنیا ''أُولَئِکَ یَدْعُونَ إِلَى النَّارِ'' ''آپ کو جہنم کی طرف دعوت دے رہی ہے''، ''وَاللّٰهُ یَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ'' ''اوراللہ تعالیٰ آپ کو جنت کی طرف اوراپنے مغفرت کی طرف دعوت دے رہے ہیں''، چنانچہ انسان کو ان تمام چیزوں سے گریز کرنا چاہیے۔

لہٰذا واضح ہوا کہ جولوگ بھی تصویر لیتے ہیں قیامت کے دن اُنہیں عذاب دیا جائے گا اور روایت بالکل واضح ہے۔

''يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ''

''اوران سے کہا جائے گا کہ جس کو تم نے بنایا ہے اب اس میں جان بھی ڈالو'' [صحیح البخاری:۵۹۵۱]

اب موجودہ زمانہ فیشن کا زمانہ ہے لوگ مغرب کی طرف بھاگ رہے ہیں، جب کہ سورج ہمیں ہر شام یہ درس دیتا ہے کہ ''مغرب کی طرف جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے''۔

اہل علم نے تصویر کی حرمت کی تین علتیں بیان کی ہیں:

۱۔ یہ معصیت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے، اوراللہ تعالیٰ نے اس پر مختلف وعیدیں سنائی ہیں عذاب کی شکل میں، فرشتے نہیں داخل ہوں گے اس گھر میں جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت۔

۳۔ تصویر کی وجہ سے اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کی جاتی ہے۔

خلاصہ:

مذکورہ تمام حدیثیں تصویر کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، اوراہل علم نے تصویر کی دو قسمیں بیان کی ہے:

۱۔ وہ تصویر جس کو ''تصویر الفوتو غرافی''، یعنی جس کو (photography) کہا جاتا ہے۔ گرچہ کے اہل علم نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے، مگر آپ ﷺ کی احادیث پر اگر آپ غور کریں گے تو آپ ﷺ کے الفاظ ''کل مصور'' ہر تصویر لینے والا، بنانے والا وہ لعنتی ہے، ہر تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا۔ یہاں پر اللہ کے نبی ﷺ نے کوئی تفریق نہیں کی کہ جو ویڈیو لے گا تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور جو فوٹو لے گا تو اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا، یا وہ ہاتھ سے اگر تصویر بنائے گا تو اس کو عذاب دیا جائے گا اور جو کیمرہ سے تصویر لے گا اس کو عذاب نہیں ہوگا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

بلکہ اگر آپ عربی زبان میں جس زبان میں شریعت نازل ہوئی،قرآن نازل ہوا اس زمانے میں ''صورة''،یعنی تصویر کا معنی اگر دیکھیں تو تصویر کہا جاتا ہے''الرسم''اور''رسم''اس لفظ کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کو انسان کھینچ کر بناتا ہے۔اور کیمرہ انسان کا عمل ہے،انسان نے اس کو بنایا ہے تو انسان جب کیمرہ سے تصویر لے گا تو اس میں بھی یہ علت موجود ہے کہ وہ انسان کا عمل ہے۔لہٰذا اہل علم نے تصویر کی اس قسم کو حرام قرار دیا۔

۲۔تصویر کی دوسری قسم جس کو''تصویر الفیدیو''یعنی جس کو ویڈیو کہا جاتا ہے،اس کی بھی دو قسمیں علماء نے بیان کیا:

ا۔پہلی قسم ہے لائیو کاسٹ(live cast)جس کو عربی زبان میں''بث مباشر''کہا جاتا ہے۔تو اس کے جواز ہونے میں علماء کے درمیان کوئی شک وشبہ نہیں ہے،کیونکہ یہ آئینہ کی طرح ہے اگر آپ آئینہ میں دیکھ رہے ہیں اور آپ کی شکل نظر آرہی ہے تو آپ گناہ گار نہیں ہوں گے۔

۲۔ ویڈیو کی دوسری قسم جس کو سیو کرلیا جاتا ہے تو اس سے متعلق صحیح بات یہ ہے جو شیخ سلیمان الرحیلی حفظہ اللہ(جن کا شمار سعودی عرب کے کبار علماء میں سے ہوتا ہے اور آپ محدث مدینہ بھی ہیں)نے کہا:کہ ویڈیو کی یہ قسم حرام ہے۔میں نے بہت دنوں تک اس کا مطالعہ اور ریسرچ کیا ہے اس کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ حرام ہے۔سوائے چند استثناء کے جیسے:اگر کوئی شخص دین کی نشر واشاعت کے لیے ویڈیو کا استعمال کرتا ہو،یا کوئی حق کو پھیلانے کے لیے استعمال کرتا ہو جیسے نیوز وغیرہ تو یہ ساری چیزیں دین کا عظیم قاعدہ''الضرورات تبیح المحظورات''کے تحت حلال ہوں گے۔

اسی طرح فوٹوگرافی میں بھی چند چیزیں مستثنیٰ ہوں گی جیسے:پاسپورٹ بنانے کے لیے فوٹو لینا،آدھار کارڈ یا شناختی کارڈ،اسکول اور سرٹیفکیٹ وغیرہ کے لیے فوٹو لینا ہے تو یہ ایسی ضروریات ہیں جہاں پر آپ بچ نہیں سکتے وہاں پر تصویر لینا جائز ہے۔اس کے علاوہ شوق سے تصویر لینا یا یادگار کے لیے تصویر لینا یا کسی بھی دوسرے موقع پر تصویر لینا حرام ہے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو تصویر جیسی لعنت سے بچائے اور امت کو اس سے دور رہنے کی توفیق دے۔اللھم آمین۔

☆☆☆

☆

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ہیلپ لائن

IIC HELPLINE

WHATSAPP HELPLINE NO. — واٹس ایپ ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 7837 | 808080 18 82

مذکورہ نمبرات پر اسلام کے متعلق کوئی بھی سوال (تحریری، آڈیو، ویڈیو) میں پوچھیں اور دلیل کے ساتھ جواب حاصل کریں۔

Send Your islamic (Text,Audio,Video) Questions & Get Authentic Reply With References.

PHONE HELPLINE NO. — فون ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 7837 | 808080 18 82

مذکورہ تینوں نمبرات پر فون سے رابطہ کریں اور اسلامی سوالوں کے جواب حاصل کریں۔

Call On These Numburs For islamic Questions & Get Authentic Reply

FATAWAA — فتاویٰ

وراثت، نکاح، طلاق، خلع و دیگر اہم مسائل کے تحریری فتاوے حاصل کریں،

تحریری سوالات بدست دیں یا بذریعہ ایمیل یا ڈاک بھیجیں۔

Send Your Written Questions By Hand/Post/Email & Get Written Fatawa On Virasat, Nikah, Talaq, Khula Etc... (Email : iicmumbaifatwa@gmail.com)

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836, 8080807837

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

IIC MONTHLY RATION PACKAGE

بیوہ، یتیم، غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں کا سہارا بنیں!

Bewah, Yateem, Gurba, Masakeen Aur Zarooratmando'n Ka Sahara Bane'in!

Per Package ₹ 1600/-

Rice 10 kg.	Wheat Flour(Chakki) 10 kg.	Tuwar Dal 1 kg.	Vatana Dal 1 kg.
Masoor Dal 1 Kg.	Sugar 2 kg.	Tea 500 gm.	Refined Oil 3 liter
Mirchi Powder 100 gm.	Dhaniya Powder 100 gm.	Haldi Powder 100 gm.	Salt 1 kg.

Distribute By : IIC-Mumbai

Alhamdulillah Every Month 12 Se 15 Family Ko Ration Kit Di Jati Hai.

Aiye Khidmate Khalq Ke Is Mission Mei'n Hamara Ta'aawun Karei'n- Jazakumullahu Khaira

Contact Karen Call or Whatsapp : 8291 063 785

ICICI BANK : Account Name : ILM FOUNDATION (Savings),
Account No. : 102801002071 | IFSC : ICIC0001028,
Branch : Andheri link Road Mumbai

UPI QR Code

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Managed by : ILM Foundation

Islamic Information Centre

Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post